حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

جنوری تا اپریل2018

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

روٹس فار ایکوٹی

حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

جنوری تا اپریل 2018

مدیر

عذرا طلعت سعید

ترجمہ و ترتیب

جنید احمد

رابعہ وسیم

فدا حسین

آصف رضا

خالد حیدر

روٹس فار ایکوٹی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
مخففات	Vii
نکتہ نظر	xi
الف۔ملکی زرعی خبریں	1-89
I زرعی پیداواری وسائل	1-13
زمین	1
پانی	6
کسان / مزدور	11
متفرق	12
II زرعی مداخل	13-23
صنعتی طریقہ زراعت	15
بیج	18
کھاد	19
زرتلافی	20
زرعی قرضے	22
III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقدآور فصلیں و اشیاء	23-42
غذائی فصلیں	26
پھل سبزی	30
نقدآور فصلیں	31

اشیاء	41
IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	42-46
مال مویشی	42
ماہی گیری	45
V۔ تجارت	46-53
برآمدات	46
درآمدات	51
VI۔ کارپوریٹ شعبہ	54
کھاد کمپنیاں	54
VII۔ بیرونی امداد	54-58
عالمی بینک	54
ایشیائی ترقیاتی بینک	56
امریکی امداد	56
آسٹریلین امداد	57
جاپانی امداد	58
VIII۔ پالیسی	59-71
پانی	66
نیولبرل پالیسیاں	68
بین الاقوامی معاہدے	69
تحقیق وٹیکنالوجی	71
IX۔ ماحول	71-76
زمین	71

پانی	72
فضاء	74
آلودگی، صحت و تحفظ	75
X۔ موسمی تبدیلی	76-77
سبز معیشت	77
XI۔ غربت اور غذائی کمی	78-82
غربت	78
غذائی کمی	80
XII۔ قدرتی بحران	83
خشک سالی	83
XIII۔ مزاحمت	83-89
زمین	84
ماہی گیری	87
پیداوار	88
ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں	90-98
I۔ زرعی پیداواری وسائل	90
زمین	90
II۔ زرعی مداخل	90-91
صنعتی طریقہ زراعت	90
بیج	90
III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	91-92

نقد آور فصلیں 91

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی 92

V۔ تجارت 93-94

برآمدات 93

درآمدات 93

VI۔ کارپوریٹ شعبہ 94

بیج کمپنیاں 94

VII۔ بیرونی امداد 94

VIII۔ پالیسی 95

IX۔ ماحول 95

پانی 95

X۔ موسمی تبدیلی 95-96

موسمی بحران 95

XI۔ غربت اور غذائی کمی 96-97

غربت 96

XII۔ قدرتی بحران 97-98

برفباری 97

زلزلہ 97

XIII۔ مزاحمت 98

مخففات

ADB	Asian Development Bank
AJA	Agriculture Journalists Association
APMEPA	All Pakistan Meat Exporters & Processors Association
APTMA	All Pakistan Textile Mills Association
ARI	Agricultural Research Institute
BARI	Barani Agricultural Research Institute
BIPD	Balochistan Irrigation and Power Department
BIPP	Shahid Javed Burki Institute of Public Policy
BISP	Benazir Income Support Programme
BoI	Board of Investment
BoR	Board of Revenue
CCA	Climate Change Authority
CCI	Council of Common Interests
CCP	Competition Commission of Pakistan
CDA	Capital Development Authority
COPHC	China Overseas Ports Holding Company Limited
CPEC	China Pakistan Economic Corridor
CRBC	China Road and Bridge Corporation
CUC	Control Union Certiication
DAP	Diammonium Phosphate
DCFA	Dairy and Cattle Farmers Association
DRAP	Drug Regulatory Authority of Pakistan
FAO	Food and Agriculture Organization
FBR	Federal Board of Revenue
FC	Frontier Constabulary
FCA	Federal Committee on Agriculture
FFBL	Fauji Fertilizer Bin Qasim Limited
FFC	Federal Flood Commission
FMPAC	Fertilizer Manufacturers of Pakistan Advisory Council
FPCCI	Federation of Pakistan Chambers of Commerce & Industry

GIDC	Gas Infrastructure Development Cess
GIEDA	Gwadar Industrial Estate Development Authority
GST	General Sales Tax
ICARDA	International Center for Agricultural Research in the Dry Areas
IMF	The International Monetary Fund
IRSA	Indus River System Authority
IWC	Indus Water Commission
JICA	Japan International Cooperation Agency
KBP	Kisan Board Pakistan
KCBF	Karachi Cotton Brokers Forum
KMC	Karachi Municipal Corporation
KPK	Khyber Pakhtunkhwa
KPT	Karachi Port Trust
LCCI	Lahore Chamber of Commerce & Industry
MDA	Malir Development Authority
NAB	National Accountability Bureau
NARC	National Agricultural Research Centre
NFSP	National Food Security Policy
NHA	National Highway Authority
NHSRC	National Health Services, Regulations and Coordination
NTUF	National Trade Union Federation
Pak-EPA	Pakistan Environmental Protection Agency
PARB	Punjab Agriculture Research Board
PARC	Pakistan Agricultural Research Council
PBIF	Pakistan Businessmen and Intellectuals Forum
PBS	Pakistan Bureau of Statistics
PCCC	Pakistan Central Cotton Committee
PCGA	Pakistan Cotton Ginners Association
PCRWR	Pakistan Council of Research in Water Resources
PCSIR	Pakistan Council of Scientific and Industrial Research
PDA	Pakistan Dairy Association
PEEP	Punjab Enabling Environment Project
PFA	Punjab Food Authority

PFMA	Pakistan Flour Mills Association
PFVA	All Pakistan Fruit and Vegetable Exporters, Importers & Merchants Association
PHED	Public Health Engineering Department
PITB	Punjab Information Technology Board
PKMAP	Pashtunkhwa Milli Awami Party
PLDDB	Punjab Livestock & Dairy Development Board
PLRA	Punjab Land Records Authority
PMKM	Pakistan Muttahida Kissan Mahaz
PMSA	Pakistan Maritime Security Agency
PPP	Public-Private Partnership
PSDP	Public Sector Development Programme
RCB	Rawalpindi Cantonment Board
REAP	Rice Exporters Association of Pakistan
SAB	Sindh Abadgar Board
SAGP	Sindh Agricultural Growth Project
SAGWU	Sindh Agriculture General Workers Union
SAI	Sindh Abadgar Ittehad
SARC	Sindh Agriculture and Research Council
SCA	Sindh Chamber of Agriculture
SCCI	Sialkot Chamber of Commerce and Industry
SEPA	Sindh Environment Protection Agency
SEZs	Special Economic Zones
SIRA	Sindh Industrial Relations Act
SMART	Strengthening Markets for Agriculture and Rural Transformation
SWD	Sindh Wildlife Department
TDAP	Trade Development Authority of Pakistan
UNICEF	United Nations Children's Fund
USAID	United States Agency for International Development
USDA	United States Department of Agriculture
USPCA-AFS	U.S Pakistan Center for Advanced Studies in Agriculture and Food Security
USPCA-ASW	U.S Pakistan Center for Advanced Studies in Water

UVAS	University of Veterinary and Animal Sciences
WASA	Water and Sewerage Authority
WFP	World Food Programme
WHO	World Health Organization
WWF-P	World Wide Fund for Nature-Pakistan

آپ کی سہولت کے لیے

ایک ملین	=	1,000,000	=	دس لاکھ
دس ملین	=	10,000,000	=	ایک کروڑ
ایک بلین	=	1,000,000,000	=	ایک ارب
دس بلین	=	10,000,000,000	=	دس ارب
سو بلین	=	1,000,000,000,000	=	ایک کھرب

ایک ہیکٹر = 2.471 ایکڑ

ایک ٹن = 1,000 کلوگرام = 25 من

نکتہ نظر

سال 2018 کے پہلے چار ماہ کی خبروں پر مبنی تبصرہ حاضر ہے۔ نیا سال تو ضرور شروع ہوا ہے لیکن پاکستان کی زرعی معیشت کے حوالے سے نہ ہماری حکومت اور اشرافیہ کی سیاسی سوچ میں تبدیلی آئی اور نا ہی معاشی پالیسی میں بلکہ نیولبرل پالیسی سازی میں شدت اور سرمایہ دار گروہوں کا معاشی پالیسی سازی میں عمل دخل بڑھتا جارہا ہے۔ ان چار ماہ کی خبروں میں ان گروہوں کے عمل دخل وتجاویز کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

ایک اہم سرمایہ دار گروہ آٹا مل مالکان کا ہے جن کی سربراہی پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن کرتی ہے۔ اس ایسوسی ایشن کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ اس سال رمضان پیکیج میں آٹے کو شامل نہ کیا جائے۔ مزید یہ کہ حکومت کو چاہیے کہ خود کو گندم کی خریداری کے عمل سے الگ کرے اور قیمت کی فہرست جاری کرے تاکہ نجی شعبہ بھی اس خریداری میں حصہ لے سکے۔ سونے پر سہاگہ یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ رمضان پیکیج پر دی جانے والی زرتلافی کی رقم بیج، کھاد، ڈیزل، بجلی اور پانی کی قیمت کم کرنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔

دوسری طرف آل ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن (اپٹما) کپاس کے حوالے سے پالیسی ترتیب دینے اور اسے دوسری فصلوں پر فوقیت دینے کے ساتھ ساتھ گنا اور گندم کی کاشت پر پابندی کے ذریعہ کپاس کے زیر کاشت رقبے میں اضافہ کی ترکیب پیش کررہی ہے۔ آل پاکستان میٹ ایکسپوٹرز اینڈ پروسیسرز ایسوسی ایشن کے مطابق گوشت کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ مویشیوں کی غیر قانونی طور پر ملک سے باہر فروخت ہے۔

ان تینوں گروہوں کی تجاویز عوامی بہبود سے جڑی نظر نہیں آتیں۔ آٹے پر زرتلافی پاکستانی عوام کے لیے نہایت اہم ہے خاص کر مزدور طبقات کے لیے۔ اگر اس عمل میں بدعنوانی پائی جاتی ہے تو اسے روکنے کے لیے تجاویز دی جاسکتی ہیں نا کہ زرتلافی ہی ختم کرنے کی۔ گندم کی اہمیت اس عمل سے سمجھی جاسکتی ہے کہ پاکستان کے چھوٹے اور بے زمین کسان اپنے خاندان کے لیے گندم ذخیرہ کرنے کے لیے اس کی کٹائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ پاکستانی عوام کی بہت بڑی تعداد بھوک اور خوراک کے

حوالے سے عدم تحفظ کا شکار ہے۔حکومت پاکستان کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق شدید غربت میں 5.2 فیصد کمی کے باوجود ملک بھر میں 24.3 فیصد عوام غربت کا شکار ہے۔ یہ نقطہ اہم ہے کہ اقتصادی سروے میں غربت کی پیمائش غذائی توانائی سے بھی کی جاتی ہے جو کہ ایک بالغ (adult) انسان کی روزانہ غذا سے حاصل کردہ توانائی 2,350 کیلوریز پر مبنی ہے۔ ان حالات میں گندم کی پیداوار پر پابندی لگانا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور عوام کو کم قیمت پر آٹا فراہم نہ کرنا کیسے سود مند ہوسکتا ہے؟ اگر گوشت برآمد کرنے والے سرمایہ دار گروہوں کو یہ پریشانی ہے کہ مویشی غیر قانونی طریقوں سے ملک سے باہر بھیجے جارہے ہیں تو اس کے خلاف تو ضرور کارروائی ہونی چاہیے لیکن کیا قانوناً گوشت برآمد ہونا بھی صحیح ہے؟ اگر ملک کی 25 فیصد عوام غذائی کمی کی شکار ہے تو کیا یہ بہتر عمل نہ ہوگا کہ برآمد پر پابندی لگا کر گوشت کی قیمت کم کی جائے تاکہ حکومت پاکستان غذائی کمی کے سنگین مسائل سے نبٹ سکے؟

دراصل مسئلہ یہی ہے کہ حکومت پاکستان، سرمایہ دار اور جاگیردار طبقات استحصال کی شکار بھوک سے ہلکان عوام کو پالیسی سازی میں فوقیت نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حکومت پاکستان نیولبرل پالیسیوں کے تحت حکمت عملی تیار کرتی ہے تو چاہے وہ زرعی شعبہ ہو یا صنعتی شعبہ سرمایہ دار کے لیے ہر طرح کی مراعات کو مدنظر رکھتی ہے۔ اس کی بھرپور مثال اس سال کے بجٹ میں زرعی شعبہ پر کی گئی عنایت ہے۔ کئی زرعی مداخل پر سیلز ٹیکس کم کردیا گیا ہے جن میں کیمیائی کھاد کی تمام اقسام اور زرعی مشینری شامل ہے۔ اس کے علاوہ ٹیوب ویل کے لیے بجلی رعایتی قیمت پر فراہم کی جارہی ہے۔ ایسے فنڈ کا انتظام کیا گیا ہے کہ جس سے جدید زرعی ٹیکنالوجی کو فروغ حاصل ہوسکے گا۔ مال مویشی شعبہ میں غیر ملکی بیلوں کی درآمد پر تین فیصد محصول کم کیا گیا ہے اور حد ہے کہ مویشی کے چارے کی درآمد پر بھی موجودہ 10 فیصد محصول کو کم کرکے پانچ فیصد کردیا گیا ہے۔ اس طرح کے دیگر اور اقدامات بجٹ میں شامل ہیں۔ کیا پاکستان جیسا زرعی ملک چارہ نہیں پیدا کرسکتا؟

جیسے کہ پچھلے حال احوال میں بیان کیا گیا تھا حکومت پنجاب جدید زرعی ٹیکنالوجی کو اپنانے میں باقی صوبوں سے بہت آگے ہے۔ ناصرف زرعی زہر کو ڈرون کے ذریعہ چھڑکا جائے گا بلکہ حساس آلات (الیکٹرونک سینسرز) کے ذریعہ نہروں سے پانی چوری کی نگرانی بھی زیرغور ہے۔ زہر چاہے انسان چھڑکیں یا

خود کار آلے، زہر تو پھر بھی ماحول، انسان اور حیوان کے لیے نہایت مضر ہے۔ پھر نا کہ زہر کو خوراک و زراعت سے ختم کیا جاتا اسے استعمال کے نت نئے مہنگے ترین طریقے کیوں تجاویز کیے جارہے ہیں۔

ان سب انتظامات کا بدترین اثر کس پر پڑے گا؟ اس میں شک نہیں کہ چھوٹے اور بے زمین کسان ہی نقصان اٹھائیں گے۔ ٹیوب ویل کے مالکان تو بڑے زمیندار ہوتے ہیں۔سستی بجلی کا فائدہ انہی کو ہوگا۔ اب یہ ان کی مرضی ہے کہ وہ چھوٹے کسانوں کو بجلی کی قیمت میں کمی کا فائدہ دیتے ہیں کہ نہیں۔ اپنے منافع کے لیے وہ کیوں بے زمین کسانوں کو سستا پانی فراہم کریں گے۔ اسی طرح یوریا اور دیگر کیمیائی کھادیں چھوٹے کسان نقد حاصل نہیں کرسکتے اور یہاں بھی کم قیمتوں کا فائدہ بڑے زمیندار و جاگیردار ہی حاصل کرتے ہیں۔ یہ نقطہ بھی قابل غور ہے کہ غیر ملکی زرعی ٹیکنالوجی پر درآمدی محصولات میں کمی قرض میں ڈوبی حکومت پاکستان اور اس کی غربت میں دھنسی عوام کے لیے مزید معاشی تنگی کا باعث بنے گی۔ ان محصولات کی رقم حکومت کے خزانے میں جاتی ہے جس سے حکومت کی آمدنی بڑھتی ہے جو دیگر مقاصد کے لیے اس رقم کو خرچ کرسکتی ہے۔

زرعی پانی کی کمی ایک اہم ترین مسئلہ ہے۔ اس کے حل کے لیے قطرہ قطرہ آبپاشی کا نظام متبادل کے طور پر پیش کیا جارہا ہے اور اس نظام کی تنصیب کے لیے 60 فیصد زرتلافی فراہم کی جارہی ہے۔ عجب ہے کہ زرعی پانی کے بہتر استعمال کے لیے پاکستان ایگری کلچرل ریسرچ کونسل (پارک) سے نیسلے نے اشتراک کیا ہے۔ خبروں کے مطابق نیسلے پاکستان قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کی تنصیب کے ذریعہ پارک کی تکنیکی صلاحیت کو بڑھا رہا ہے۔ کیا ہمارے تحقیقی اداروں میں تحقیق کی صلاحیت نہیں؟ عالمی بینک اس تکنیک کو فروغ دینے میں پیش پیش ہے اور اس نظام کو چھوٹے رقبوں پر عالمی بینک کی مدد سے نصب کیا گیا ہے۔ عالمی بینک سرکاری نجی شراکت داری کی پیروکاری کرتا ہے اور پانی کے بہتر استعمال کے لیے 300 ملین ڈالر کے قرضہ کے عوض نجی شعبہ سے اشیاء اور ان ہی سے صنعتی پیداواری عمل کے لیے مصنوعات خریدنے پر زور دے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیسلے اس پورے عمل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستان پانی کی کمی کے حوالے سے نہایت سنگین مسائل سے دوچار ہے لیکن سوال یہی ہے کہ حکومت پاکستان کے پاس سوائے نجی شعبہ اور بین الاقوامی سود خور امدادی اداروں اور

بینکوں کے علاوہ اور کوئی دوست ہمدرد ادارہ نہیں؟ یہ ایک باوثوق حقیقت ہے کہ پاکستان بھاری قرض میں ڈوبا ہوا ملک ہے۔ پھر ان حالات میں مزید سود پر مبنی قرض لینے کے بجائے بہتر نہیں کہ حکومتی اداروں سے ہی ایسی ٹیکنالوجی اور تراکیب حاصل کرنے کو کہا جائے، ورنہ اتنے بڑے پیمانے پر سرکاری تحقیقی ادارے کیوں قائم ہیں؟

اگر نیسلے واقعی پاکستان میں پانی بچانا چاہتا ہے تو پھر پینے کے پانی کو کیوں بیچ رہا ہے جس سے عام انسان پینے اور دیگر استعمال کے لیے پانی کی کمی جیسے مسائل سے دوچار ہیں؟ فروخت کیا جانے والا یہ پانی درآمد نہیں کیا جارہا ہے بلکہ ہمارے ہی پانی کے قدرتی انمول ذخائر سے نیسلے جیسی دیوہیکل کمپنی پانی حاصل کرکے بے تحاشہ منافع کمارہی ہے۔ امیر طبقہ حکومت کا فراہم کردہ پینے کا پانی تو غلطی سے بھی استعمال نہیں کرتا بلکہ نیسلے جیسی منافع خور کمپنیوں کے پیش کردہ ''صاف شفاف'' پانی ان کے لیے مخصوص ہے۔ دوسری طرف مزدور طبقات، دیہی آبادیاں خاص کر عورتیں اور بچے کئی کئی میل چل کر اپنے کندھوں پر آلودہ پانی لے کر آتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے کہ معاشی پالیسی بناتے وقت غریب طبقات کی آسودگی کے لیے پالیسی کی نشاندہی نہیں کی جاتی بلکہ امیر طبقات کے لیے ہر طرح کی سہولیات اور تجاویز پیش کی جاتی ہیں؟ پینے کے پانی کا مسئلہ پاکستان بننے کے بعد سے لے کر آج تک موجود ہے۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے نیسلے نے کوئی عوامی ترکیب کیوں نہیں پیش کی؟ پچھلے ستر برسوں میں نا ہماری حکومت نے اور نا ہی ان کمپنیوں نے عوام کو آسانی کے ساتھ صاف پانی کی فراہمی پر کیوں توجہ نہیں دی؟ جب انہی سرمایہ دارانہ زہریلی سبز انقلاب پر مبنی ٹیکنالوجیوں کے استعمال کے نتیجہ میں یہ حقائق سامنے آرہے ہیں کہ زرعی پیداوار بے تحاشہ پانی کا استعمال اور زیاں کررہی ہے تو ان کمپنیوں کے پاس اس کا جدید سے جدید حل نئی ٹیکنالوجی کی صورت میں موجود ہے لیکن یقیناً یہ ٹیکنالوجی مفت نہیں، کم قیمت نہیں بلکہ بھاری بھرکم منافع کما کر زرعی پیداوار کے لیے نصب کی جائے گی جو چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو مزید مہنگائی اور قرض سے دوچار کردے گی۔

غیر ملکی امداد اس حوالے سے ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ یکم جنوری کو امریکی صدر ٹرمپ نے ایک پیغام جاری کیا جس میں انہوں نے کہا کہ ''امریکہ نے گزشتہ سالوں میں پاکستان کو احمقانہ طور پر 33

بلین ڈالر سے زیادہ امداد دی ... اب نہیں''۔ امریکی صدر کا ایسا بیان ہماری حکومت اور عوام کے لیے نہایت ذلت آمیز تھا۔ یقیناً امریکی ریاست نے اپنے طور پر تفتیش کے بعد ہی ایسا سخت پیغام جاری کیا ہوگا تو پھر ابھی تک امریکی امدادی ادارہ یو ایس ایڈ اور دیگر امریکی ادارے پاکستان میں کیوں ''احمقانہ طور پر'' بڑھ چڑھ کر امداد فراہم کررہے ہیں؟ کہیں مال مویشی شعبہ کے لیے امداد اور کہیں پوٹھوہار کے علاقہ کو ''زیتون کی وادی'' میں تبدیل کرنے کے لیے امداد اور کہیں زراعت اور خوراک کے تحفظ کے لیے امریکی امداد جاری ہے جس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اس ملک پر حاوی جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ ہی اٹھا رہا ہے۔ ایک طرف ٹرمپ کا ذلت آمیز بیان اور دوسری طرف اشرافیہ طبقہ کا ظلم، اس قوم کو کسی بھی بات سے فرق نہیں پڑتا کیونکہ ذلت وخواری اور ظلم و جبر کے ہم نوآبادیاتی دور سے ہی عادی ہیں۔ شاید سامراجی حکومتیں ایسے ہی غلام قوموں کو ذلیل کرتی ہیں۔

پاکستان میں جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ کی طاقت کا اندازہ حکومت پاکستان خاص کر حکومت پنجاب کے اقدامات سے لگایا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر حکومت پنجاب نے زرعی شعبہ کو محصولات کے دائرہ کار میں لانے کا منصوبہ موخر کردیا ہے۔ خیال کیا جارہا ہے کہ زرعی شعبہ مشکلات کا شکار ہے لیکن یہ خیال رہے کہ پاکستان کی زیادہ تر زرعی زمین بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں کی ملکیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ زرعی آمدنی پر کوئی محصول نہیں ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جو کئی سو مربع زمین کا مالک ہوتے ہوئے بھی اپنی آمدنی پر کوئی ٹیکس نہیں دیتا۔

یہ بھی خیال رہے کہ جب یوریا، ڈی اے پی اور دیگر زرعی پیداواری اشیاء پر زرتلافی دی جاتی ہے تو ایسا نہیں ہے کہ سرمایہ داروں یعنی یہ اشیاء بنانے والی کمپنیوں کو قیمت کم کرنی پڑتی ہے۔ دراصل حکومت ان کو زرتلافی کی رقم خود ادا کرتی ہے۔ ایک طرف کھاد بنانے والی کمپنیوں کا کہنا کہ حکومت نے سال 17-2016 میں دی گئی زرتلافی کی مد میں 13 بلین روپے اب تک ادا نہیں کیے۔ مزید یہ کہ رواں مالی سال بھی کارخانوں نے رعایتی قیمت پر کھاد فراہم کی ہے جس کی مد میں حکومت پر 12 بلین روپے واجب الادا ہیں۔ دوسری طرف ہر سال کی طرح اس سال بھی فوجی فرٹیلائزر، فوجی فرٹیلائزر بن قاسم اور اینگرو فرٹیلائزر نے سال کے اختتام پر بھاری منافع حاصل کرنے کا اعلان کردیا ہے۔ یعنی حکومت پاکستان

کی کھاد پر زرتلافی کی پالیسی ان کمپنیوں کے منافع میں اضافے کے لیے نہایت سود مند ہے۔ اگر خسارہ ہوتا تو کیا یہ کارخانے اپنی پیداوار جاری رکھ پاتے؟ یقیناً منافع حاصل کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے یہ منافع خور کمپنیاں ہر سال زرتلافی پر مبنی کھاد حکومت کو دینے پر راضی ہوجاتی ہیں۔

اب تک سرمایہ دار اور بڑے زمینداروں کے لیے مرتب کی گئی پالیسی پر کچھ تبصرہ پیش کیا گیا ہے۔ اب چھوٹے کسانوں اور مزدوروں کا حال بھی دیکھنا چاہیے۔ اس حوالے سے گنے کی فصل پر دی گئی قیمت ایک اہم مسئلہ ہے۔ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن کے مطابق گنے کی خریداری کے لیے سرکاری نرخ 180 روپے فی من طے کیا گیا تھا لیکن کہیں سے بھی اس قیمت پر کسانوں سے گنا نہیں خریدا گیا۔ خبروں کے مطابق سوائے جنوبی پنجاب کی ایک دو ملوں کے گنا 130 روپے فی من سے زیادہ قیمت پر نہیں خریدا گیا۔ یہاں تک بھی بیان کیا گیا ہے کہ ملیں کسانوں سے 180 روپے فی من قیمت پر دستخط لے رہی تھیں جبکہ قیمت 130-120 روپے ادا کی جارہی تھی اور کہیں کہیں کسانوں کو رسید بھی نہیں دی جارہی تھی۔ سپریم کورٹ نے اپریل میں مل مالکان کو پانچ ہفتوں کے اندر کسانوں کو بقایاجات ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مل مالکان ایسا کرتے ہیں کہ نہیں۔ اس حوالے سے کسان تحریکیں سرگرم ہیں۔ شوگرکین کنٹرول بورڈ کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ چھوٹے کسانوں کی تنظیموں کا مطالبہ ہے کہ چھوٹے کسانوں کے ساتھ نیا بورڈ تشکیل دیا جائے۔ احتجاج کرنے والی تنظیموں کا کہنا تھا کہ گنے کی قیمت کے حوالے سے ناانصافی کے خلاف احتجاج کرنے والے کسانوں پر تشدد کیا گیا ہے اور انہیں جھوٹے مقدمات میں پھنسایا جارہا ہے۔

اگر چھوٹے کسان استحصال کا نشانہ ہیں تو ماہی گیر طبقہ ظلم کا نشانہ۔ حیدرآباد سے ماہی گیروں کے لیے کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم کے مطابق سندھ میں تازہ پانی کی جھیلوں اور آبی وسائل پر بااثر افراد کا قبضہ ہے۔ سندھ حکومت کے اعداد وشمار کے مطابق 1,200 تازہ پانی کی جھیلیں موجود ہیں جن میں سے زیادہ تر جھیلوں پر بااثر افراد کا قبضہ ہے۔ گوکہ سندھ ہائی کورٹ نے جھیلوں اور آبی ذخائر پر قبضے کے خلاف احکامات جاری کیے ہیں لیکن عدالتی حکم کے باوجود 600 سے زائد جھیلوں اور آبی وسائل پر سے اب تک قبضہ ختم نہیں کروایا جاسکا۔ اس حوالے سے ماہی گیروں کے حقوق کے لیے ایک غیر سرکاری تنظیم

کی مزاحمت جاری ہے۔

عجب مسئلہ ہے کہ ایک طرف غربت خود تکالیف اور بے بسی کا محور ہے اور بجائے اس کے کہ اس مسئلے کو حل کیا جائے طاقتور طبقات اور سیاست دان غربت پر اعداد و شمار پیش کرنے میں اپنے سیاسی مفاد کو سامنے رکھ رہے ہیں۔ 16-2015 میں ہونے والے سروے کی بنیاد پر 17-2016 کے قومی اقتصادی سروے میں غربت میں کمی کی شرح 5.2 فیصد ہے۔ 10.8 ملین افراد انتہائی غربت سے باہر آ گئے ہیں۔ وفاقی حکومت نے صوبوں میں غربت میں کمی کے الگ الگ اعداد و شمار اس لیے نہیں پیش ہونے دیے کہ سیاسی جماعتیں یعنی پاکستان تحریک انصاف اور مسلم لیگ ن میں اس سال انتخابات میں سخت مقابلہ متوقع ہے۔ بہرحال وزارت منصوبہ بندی و ترقی کے مطابق کے پی کے میں غربت میں نمایاں کمی ہوئی ہے۔ خیال ظاہر کیا جارہا ہے کہ وفاقی حکومت اور بین الاقوامی اداروں نے آپریشن ضرب عضب کے بعد صوبے میں بحالی کے لیے اربوں روپے خرچ کیے ہیں۔ پہلے تو یہ اہم نقطہ ہے کہ غربت غیر ملکی امداد کی بنیاد پر کم ہوئی ہے جس میں غیرملکی امدادی اداروں کا مقصد اپنی کمپنیوں اور سرمایہ کاروں کو فوائد پہنچانا ہوتا ہے۔ ایسی ہی ایک خبر سندھ سے ہے کہ عالمی غذائی پروگرام کی مدد سے ٹھٹھہ اور سجاول کے اضلاع میں غذائی کمی کے شکار بچوں کے تعداد میں 19.6 فیصد اور غذائی کمی کی وجہ سے قد میں کمی کے شکار بچوں کی تعداد میں آٹھ فیصد کمی کرنے میں مدد ملی ہے۔ اس کامیابی سے انکار نہیں لیکن یہ خیال رہے کہ اس طرح کے غذائیت پر قابو پانے والے منصوبے مصنوعی طریقہ سے غذائی اجناس میں یا مہنگی ترین غذا فراہم کرنے پر مبنی ہیں اور اس طرح کے ''فوڈ فورٹیفیکیشن'' کے پروگرام بڑی بڑی غیر ملکی کمپنیوں کی طرف سے تجویز کردہ سفارشات کا نتیجہ ہیں۔ ایسے منصوبوں کی خیبر پختونخوا اور فاٹا کے علاقوں میں بہتات تھی۔

اعداد و شمار کی سیاست بہرحال ان حالات پر پردہ نہیں ڈال سکتی کہ نائیجریا میں 18.9 فیصد دیہی عورتیں وزن میں کمی کا شکار ہیں جبکہ سندھ کے دیہی علاقوں میں 40.6 فیصد عورتیں وزن میں کمی کا شکار ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان میں نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے یونیسیف کے مطابق ان اموات کو اعلیٰ تربیت یافتہ ڈاکٹروں، نرسوں، دوران حمل اور زچگی کے بعد عورتوں کو غذا اور صاف پانی کی فراہمی کے ذریعے روکا جاسکتا ہے۔

یونیسیف کی پیش کردہ تجاویز پر کیا نیولبرل پالیسی کے دائرے میں عمل درآمد ہوسکتا ہے؟
نیولبرل ازم نجی سرمایہ دار شعبہ کو فروغ دیتا ہے اور اس کے دائرے کار میں عوام کے لیے سہولیات فراہم کرنا سودمند عمل نہیں۔ غذا کے حوالے سے کئی مسائل واضح ہیں خاص کر وہاں جہاں نجی شعبہ پیش پیش ہے۔ حکومتی افسر شاہی یہ انکشاف کررہی ہے کہ دودھ کے کارخانوں میں اوسطً ایک ٹرک تازہ دودھ سے عمل کاری (پروسیسنگ) کے بعد 14 ٹرک دودھ تیار کیا جاتا ہے۔ تازہ دودھ میں چربی کی مقدار چھ فیصد جبکہ ڈبہ بند دودھ میں یہ مقدار تین فیصد ہوتی ہے۔ افسوس کے ان انکشافات کے باوجود واضح طور پر کھلے دودھ کے خلاف مہم جاری ہے۔ پنجاب فوڈ اتھارٹی نے صوبے بھر میں کارروائی کرتے ہوئے 144 تحصیلوں میں جانچ کے بعد 40,000 لیٹر ملاوٹ شدہ دودھ ضائع کردیا۔ پنجاب فوڈ تھارٹی کے ڈائریکٹر جنرل کے مطابق پانچ سالوں کے اندر کھلے دودھ کی فروخت پر مکمل پابندی ہوگی اور صرف پیک شدہ دودھ ہی دستیاب ہوگا۔ اس حوالے سے محکمہ زراعت پنجاب نے زرعی شعبہ میں جامع اصلاحات کے منصوبے اسمارٹ کا آغاز کردیا ہے۔ اس مصنوبے کے اہم مقاصد میں نجی شعبہ کو زرعی منڈی قائم کرنے کی اجازت کے ساتھ ساتھ گوشت اور دودھ کے معیار میں بہتری لانا شامل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ غذائی معیار میں بہتری کی اشد ضرورت ہے لیکن پاکستان کی غذائی معیار پر مبنی پالیسی سازی میں دو کلیدی مسائل ہیں۔ اول مسئلہ تو زرعی پیداواری طریقے میں ہی پنہا ہے۔ کیمیائی زراعت جس کے بلبوتے پاکستان میں زراعت کو پروان چڑھایا جارہا ہے کیمیائی اور جینیاتی آلودگی یعنی پیداواری عمل سے ہی غذا میں زہریلی آلودگی شامل کردی جاتی ہے۔ دوسرا مسئلہ اس ''صاف معیاری غذا'' کی قیمت ہے۔ یہ غذا صرف اشرافیہ طبقہ ہی خرید پائے گا جو کہ دراصل ایک دھوکہ ہی ہے لیکن چھوٹے بے زمین کسان کے ہاتھوں سے پیداواری عمل ہی کھینچ لیا جائے گا۔ نیولبرل زرعی طریقوں کے نتیجے میں پیداواری عمل اس قدر مہنگا کردیا جائے گا کہ چھوٹے اور بے زمین کسان اس کا حصہ ہی نہیں بن پائیں گے اور جاگیردار، بڑے زمیندار اور سرمایہ دار کمپنیاں زمینوں اور پیداوار پر اپنی گرفت اور مضبوط کر لیں گی۔ اس طرح دیہی عوام عام غذا حاصل کرنے میں مزید مشکلات کا سامنا کرے گی اور ''معیاری غذا'' کا تصور ہی اس کے لیے مشکل ہوگا۔

غذائی پیداوار کے علاوہ ملک میں کئی حوالوں سے بدترین حالات کا سامنا ہے جو کہ نا صرف عورتوں کی صحت بلکہ ملک بھر کے عوام کے لیے نہایت مضر ہیں۔ مثال کے طور پر پانی کے حوالے سے تشویشناک خبریں حاصل ہوئی ہیں۔ صرف سندھ ہی کے حوالے سے عدالتی کمیشن کی سپریم کورٹ میں پیش کردہ رپورٹ کے مطابق صوبے کے مختلف علاقوں میں جمع کیے گئے 336 پانی کے نمونوں میں سے 251 نمونے انسانی استعمال کے لیے غیر محفوظ ہیں۔ خیال کیا جارہا ہے کہ سندھ کی تقریباً 80 فیصد آبادی خطرے سے دوچار ہے۔ اس کے علاوہ ملک بھر سے صحت کے حوالے سے کچھ بہتر خبریں موصول نہیں ہوئیں۔ مزید یہ کہ عالمی بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان کے شہروں میں فضائی آلودگی دنیا کی بدترین آلودگی میں شامل ہے۔ اس آلودگی کی وجہ سے ہر سال نوجوانوں میں 20,000 سے زائد قبل از وقت اموات اور بچوں میں ہر سال 5,000,000 بیماری کے واقعات بتائے جاتے ہیں۔

اوپر دیے گئے مسائل واضح کرتے ہیں کہ پاکستانی عوام اپنے حکمرانوں کے غلط فیصلوں کی وجہ سے پس رہی ہے۔ کہیں زمینی قبضے ہیں، کہیں آبی ذخائر پر قبضہ اور کہیں موسمی تبدیلی کے شدید منفی اثرات کا سامنا ہے لیکن ان چار ماہ کی خبروں میں یہ بھی واضح ہے کہ پورے ملک میں عوام اپنے حق کے لیے کھڑے ہونے پر تیار نظر آتی ہے۔ پنجاب میں رحیم یار خان اور بہاولپور کے اضلاع میں کسانوں نے گنے کے مسائل پر مظاہرہ کیا۔ گلگت کے علاقہ چلمس میں سرکاری زمینی قبضہ کے خلاف مظاہرین نے نومل شاہراہ بند کردی۔ ایسا ہی ایک احتجاج کراچی کے ساحلی علاقہ کے ماہی گیروں نے کراچی پریس کلب پر کیا جس میں جاگیرداروں اور جرائم پیشہ افراد کے زمینی قبضہ کے خلاف مظاہرہ کیا گیا۔ ضلع چارسدہ سے بھی پولیس اور فرنٹیئر کانسٹبلری نے مزارعین کو بے دخل کرنے کے لیے طاقت کا استعمال کیا جس کے خلاف مزارعین نے بھی مقابلہ کیا۔ نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن اور سندھ ایگری کلچر جنرل ورکز یونین کے ارکان نے سندھ انڈسٹریل ریلیشنز ایکٹ (SIRA) نافذ نہ کیے جانے کے خلاف کراچی پریس کلب پر احتجاجی مظاہر کیا۔ یہ سارے واقعات خوش آئند ہیں۔ جب تک عوام اپنے خلاف ہونے والی ناانصافیوں کا پرزور جواب نہیں دیتی حالات میں تبدیلی ناممکن ہے۔

الف۔ ملکی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

ایک مضمون کے مطابق سندھ میں گزشتہ ہفتے بے زمین کسانوں کے لیے (ٹھیکے یا دیگر شرائط پر) زمین کے حصول کو بہتر بنانے کے لیے ایک منصوبے کا آغاز کیا گیا ہے۔ صوبے میں بے زمین کسان (ہاری) عام طور پر زمین جاگیردار سے بغیر کسی کاغذی کارروائی کے کرائے پر (یا دیگر شرائط پر) حاصل کرتے ہیں۔ کاغذی کارروائی نہ ہونے کی وجہ سے اکثر ہاری جبری مشقت کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ منصوبہ (امپروڈ لینڈ ٹیننسی ان سندھ) عالمی ادارہ برائے خوراک و زراعت (FAO) کی جانب سے یورپی یونین کی مالی معاونت سے شروع کیا گیا ہے۔ منصوبے کے تحت اگلے چار سالوں میں آٹھ اضلاع دادو، جامشورو، لاڑکانہ، ٹیاری، میرپور خاص، ٹنڈو الہ یار، ٹنڈو محمد خان اور سجاول میں 12,600 گھرانوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے پانچ ملین ڈالر خرچ کیے جائیں گے۔ FAO (فاؤ) کے مطابق ہاریوں اور جاگیرداروں کے درمیان روزگار کو بہتر بنانے اور غربت میں کمی لانے کے لیے 4,800 غیر رسمی معاہدے کیے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ یقینی بنایا جائے گا کہ ان علاقوں میں قدرتی وسائل کا بہتر استعمال کیا جائے۔ پاکستان میں فاؤ کی نمائندہ مینا ڈاؤلاچی نے منصوبے کے فوائد بتاتے ہوئے کہا ہے کہ اس منصوبے پر زمین کے حصول (کرایہ داری)، ماہی گیری اور جنگلات کے ذمہ دارانہ انتظام کے لیے رضاکارانہ رہنما اصولوں (والینٹری گائیڈ لائنز آن دی رسپونسبل گورننس آف ٹنیور آف لینڈ، فشریز اینڈ فوریسٹس) کی بنیاد پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ (امین احمد، ڈان، 5 فروری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

فوج، ادارہ ترقیات اسلام آباد (CDA) اور فیڈرل گورنمنٹ امپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن کے درمیان طویل عرصے سے جاری زمین کا تنازع اسلام آباد میں سیکریٹری وزارت دفاع کی سربراہی میں ہونے والے ایک

اجلاس میں حل کرلیا گیا ہے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ CDA (سی ڈی اے) سیکٹر جی۔13 میں وزارت ہاؤسنگ کے زیر قبضہ فوج کی زمین کے متبادل کے طور پر سیکٹر ایف۔12 میں 33 ایکٹر زمین فوج کو دے گا۔ فیصلے کے مطابق سی ڈی اے کو (سیکٹر جی۔13 کی) زمین کے بدلے سیکٹر ایف۔12/3 میں فوج کے زیر ملکیت زمین دی جائے گی۔تقسیم سے پہلے ہی اسلام آباد کے متعدد علاقوں میں زمین فوج کی ملکیت میں ہے اور سیکٹر جی۔13 کی زمین بھی برطانوی دور سے فوج کی ملکیت میں ہے۔ ذرائع کے مطابق سیکٹر جی۔12، جی۔13، جی۔14 اور کشمیر ہائی وے سے متصل زمین، جس پر ملٹری لینڈ اینڈ کنٹونمنٹ ڈائریکٹریٹ اور راولپنڈی کنٹونمنٹ بورڈ (RCB) ملکیت کا دعویٰ کرتی ہے، کا مسئلہ بھی حل کرلیا گیا ہے اور اب فوج کو سیکٹر ایچ۔13 میں متبادل زمین دیے جانے کا امکان ہے۔ (ڈان، 8 فروری، صفحہ 4)

- چین پاکستان اقتصادی راہداری

نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) حکام کے مطابق 2015-16 میں شروع کیا گیا چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کا مغربی راستہ اور 11 دیگر بڑے منصوبے اس سال کے آخر تک مکمل کر لیے جائیں گے جس سے سفری اوقات میں کمی اور معاشی سرگرمیوں میں اضافہ ہوگا۔ 122 بلین روپے لاگت کا ہاکلہ تا ڈیرہ غازی خان 285 کلو میٹر طویل شاہراہ کا منصوبہ اور 8.8 بلین روپے لاگت کا ژوب تا مغل کوٹ 81 کلو میٹر طویل شاہراہ منصوبہ دسمبر 2018 تک مکمل کرلیا جائیگا۔ ان دونوں منصوبوں کے لیے سرمایہ ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) نے فراہم کیا ہے۔ یہ دونوں منصوبے گوادر کو بذریعہ خضدار کوئٹہ سے جوڑیں گے جس کے بعد مغربی راستہ مکمل فعال ہو جائے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 فروری، صفحہ 2)

پاکستان میں ترقیاتی منصوبوں پر چینی قیدیوں کے کام کرنے کی افواہوں کی بازگشت پارلیمانی کمیٹی کے اجلاس میں بھی سنائی دی گئی ہے۔ پیپلز پارٹی کے رکن قومی اسمبلی نواب یوسف تالپور نے کہا ہے کہ بڑی تعداد میں چینی قیدی CPEC (سی پیک) کے ترقیاتی منصوبوں پر کام کررہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ

ان قیدیوں کو چین سے لایا جارہا ہے جو یہاں سڑکیں تعمیر کررہے ہیں۔ یہ قیدی یہاں جرائم میں ملوث ہوسکتے ہیں اس لیے یہاں باقائدہ حفاظتی اقدامات کیے جانے چاہیے۔ تاہم وزارت داخلہ چینی قیدیوں کی موجودگی کو نظر انداز کررہی ہے۔ دنیا بھر میں ترقیاتی منصوبوں پر قیدی کام کرتے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ قیدی کام کرنے کے لیے چین سے پاکستان لائے گئے ہیں۔ نواب یوسف تالپور کا یہ بھی کہنا تھا کہ انہیں لگتا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ کیا گیا ہے کیونکہ قیدیوں کو کسی دوسرے ملک جہاں انہیں بھیجا جارہا ہے بغیر اجازت لیے نہیں بھیجا جاسکتا۔ (ڈان، 27 فروری، صفحہ 4)

سینیٹ میں حکومت پر خود اس کی اتحادی جماعت پشتونخوا ملی عوامی پارٹی (PKMAP) کے سینیٹر عثمان خان کاکڑ نے سی پیک کے مغربی راستے سے متعلق حقائق چھپانے کا الزام عائد کیا ہے۔ سینیٹر کا کہنا تھا کہ حکومت تین سال سے بلوچستان کے عوام کو یہ کہہ کر دھوکہ دے رہی ہے کہ سی پیک کا مغربی راستہ حکومتی ترجیح ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ چین کے دورے کے دوران انہیں یہ معلوم ہوا کہ چین میں مغربی راستے کے حوالے سے کوئی باضابطہ دستاویزات کا وجود ہی نہیں ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 مارچ، صفحہ 1)

بورڈ آف انوسٹمنٹ (BoI) نے تین صوبوں میں خصوصی اقتصادی زونز قائم کرنے کی منظوری دیدی ہے۔ کل سات اقتصادی زون میں سے تین سندھ میں، تین پنجاب میں اور ایک خیبر پختونخوا (KPK) میں قائم کیا جائیگا۔ سندھ کے ضلع خیرپور میں 140 ایکڑ، بن قاسم پر 930 ایکڑ اور 140 ایکڑ پر کورنگی کریک اقتصادی زون قائم ہوں گے۔ پنجاب میں قائم کیے جانے والے اقتصادی زون میں 1,536 ایکڑ رقبہ پر پھیلا قائد اعظم اپیرل پارک، 4,356 ایکڑ رقبہ پر ایم تھری انڈسٹریل سٹی اور 225 ایکڑ کا ویلیو ایڈیشن سٹی شامل ہے۔ KPK (کے پی کے) میں 424 ایکڑ رقبے پر حطار فیز سیون میں اقتصادی زون قائم کیا جائے گا۔ پنجاب اور کے پی کے حکومتوں نے اقتصادی زون کے قیام کے لیے زمین کے حصول کا عمل مکمل کرلیا ہے جبکہ سندھ حکومت کو زمین کے حصول میں مسائل کا سامنا ہے۔ اقتصادی زون پر سال 19-2018 تک

کام مکمل کرلیا جائے گا۔ اقتصادی زون میں غیر ملکی سرمایہ کاروں کو راغب کرنے کے لیے مراعات کی پیشکش کی جائے گی جس میں 10 سالوں تک محصولات میں چھوٹ اور مشینری کی درآمد پر ایک بار محصولات میں چھوٹ شامل ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 11 مارچ، صفحہ 4)

- زمینی قبضہ

دیا مر بھاشا ڈیم کے تعمیراتی کام کو آگے بڑھانے کے لیے درکار کل 18,357 ایکڑ رقبے میں سے مقامی افراد سے حاصل کی گئی 14,325 ایکڑ زمین واپڈا کے حوالے کردی گئی ہے۔ یہ زمین گلگت بلتستان کے ضلع دیامر میں چلاس سے 40 کلومیٹر دور دریا کے زیریں علاقہ میں واقع ہے۔ زمین کی منتقلی سے دریا کے دائیں اور بائیں جانب 32 گاؤں کے 4,266 گھرانوں کے 30,350 افراد بے گھر ہوں گے۔ اس منصوبہ کے لیے کل 37,149 ایکڑ زمین درکار ہے جس میں 19,062 ایکڑ سرکاری زمین جبکہ 18,357 ایکڑ نجی زمین شامل ہے۔ (ڈان، 2 اپریل، صفحہ 2)

خیبر پختون خوا:

کے پی کے حکومت نے چائنا روڈ اینڈ برج کارپوریشن (CRBC) کے ساتھ حطار میں اقتصادی زون کے توسیع منصوبے کی تعمیر کا معاہدہ کیا ہے۔ چینی کمپنی حطار میں مزید 1,000 ایکڑ زمین پر اقتصادی زون قائم کریگی جہاں ادویات، کپڑا، خوراک ومشروبات، فولاد اور انجینئرنگ سے متعلق صنعتیں قائم کی جائیں گی۔ اقتصادی زون میں ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاروں کی جانب سے 100 بلین روپے کی سرمایہ کاری متوقع ہے۔ حطار کا موجودہ صنعتی علاقہ مکمل طور پر فروخت ہوچکا ہے جہاں صنعتوں کی تعمیر کا کام شروع ہوچکا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 جنوری، صفحہ 8)

بلوچستان:

ایک اخباری اداریے کے مطابق ملک میں بدعنوانی نے گوادر کے ترقیاتی منصوبے کو بھی نہیں چھوڑا جو سی پیک کا اہم حصہ ہے۔ قومی احتساب بیورو (NAB) کی جانب سے جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ ڈیولپمنٹ اتھارٹی (GIEDA) نے تجارتی اور صنعتی زمین کی تقسیم میں قوانین کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے سرکاری حکام کی ملی بھگت سے من پسند افراد کو زمین منتقل کی جبکہ اہل صنعتوں اور سرمایہ کاروں کی درخواستیں مسترد کردی گئیں۔ اس سے پہلے ذرائع ابلاغ میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ گوادر میں 12,000 ایکڑ سرکاری زمین غیر قانونی طور پر کئی افراد کو باثر سیاسی رہنماؤں اور ریونیو حکام کی مدد سے منتقل کی گئی ہے۔ زمین کی اس غیر قانونی منتقلی کے خلاف متعلقہ حکام نے کارروائی کی اور حکومت نے سرکاری زمین واپس لے لی لیکن کچھ لوگوں نے ابھی بھی زمین خالی نہیں کی اور ریونیو حکام کی مدد سے 3,167 ایکڑ زمین پر قبضہ برقرار رکھا ہوا ہے۔ (اداریہ، بزنس ریکارڈر، 3 جنوری، صفحہ 20)

- زمینی تقسیم

ایک خبر کے مطابق پنجاب کے علاقے چولستان میں وزیر اعلیٰ پنجاب پیکج کے تحت یکم اپریل سے زمین کی تقسیم کا آغاز کیا جائے گا۔ پہلے مرحلے میں 15,000 اہل درخواست گزاروں کو 12.5 ایکڑ فی کس کے حساب سے تقریباً 200,000 ایکڑ زمین منتقل کی جائے گی۔ (ڈان، 19 مارچ، صفحہ 6)

- لینڈ کمپیوٹرائزیشن

پنجاب لینڈ ریکارڈ اتھارٹی (PLRA) نے 141 تحصیلوں میں قائم 151 اراضی ریکارڈ سینٹرز کے اعداد و شمار کو مرکزی نظام سے منسلک کردیا ہے۔ مرکزی ڈیٹا بیس ارفہ کریم ٹاور، لاہور میں قائم کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے زمین کا ریکارڈ صرف متعلقہ اراضی سینٹرز پر ہی دستیاب تھا۔ اعداد و شمار کی حفاظت یقینی بنانے کے لیے اسلام آباد میں بھی ایک مرکز قائم کیا گیا ہے جہاں تمام اعداد و شمار کو محفوظ کیا جاچکا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 فروری، صفحہ 11)

پانی

- آبپاشی

محکمہ زراعت پنجاب کے ترجمان آغا جہانزیب کے مطابق قطرہ قطرہ آبپاشی نظام (ڈرپ اریگیشن سسٹم) اپنا کر کسان 60 فیصد بجلی اور ڈیزل کا خرچ کم کرسکتے ہیں جو فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کی وجہ ہے۔ محکمہ زراعت پنجاب کسانوں کو قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کی تنصیب پر 60 فیصد زرتلافی فراہم کررہا ہے۔ کسانوں کو یہ ٹیکنالوجی عالمی بینک کی امداد سے فراہم کی جارہی ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اس آبپاشی نظام کے استعمال سے کھاد کے استعمال میں بھی 40 سے 50 فیصد بچت ہوتی ہے۔ اس وقت یہ نظام چھوٹے پیمانے پر کاشتکاری (12.5 ایکڑ تک) تک محدود ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 1 جنوری، صفحہ 12)

وفاقی وزیر آبی وسائل جاوید علی شاہ اور سندھ کے ارکان قومی اسمبلی کے درمیان صوبہ سندھ میں پانی کے مسئلے پر سخت جملوں کا تبادلہ ہوا ہے۔ نواب یوسف تالپور کے توجہ دلاؤ نوٹس پر بحث کے بعد اسپیکر قومی اسمبلی کی ہدایت پر یہ اجلاس منعقد کیا گیا تھا۔ اجلاس میں انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (IRSA) حکام نے بتایا کہ کم بارشوں کی وجہ سے ربیع کے موسم میں 26 فیصد پانی کی کمی کا اندازہ لگایا گیا تھا لیکن پانی کی کمی بڑھ کر 36 فیصد ہوگئی ہے۔ اجلاس میں سیکریٹری وزارت آبی وسائل کا کہنا تھا کہ اگر سندھ کو پانی کی تقسیم کے طریقہ کار پر تحفظات ہیں تو وہ مشترکہ مفادات کونسل (CCI) سے رجوع کرسکتا ہے۔ اجلاس میں پنجاب کی نمائندگی کرنے والے IRSA (ارسا) کے سابق چیئرمین کا کہنا تھا کہ آج نہیں تو کل پاکستان کو کالا باغ ڈیم بنانا ہوگا، جس پر نواب یوسف تالپور کا کہنا تھا کہ ''اس کے لیے پہلے پنجاب کو پاکستان سے الگ کرنا ہوگا اس کے بعد کالا باغ ڈیم تعمیر کیا جاسکتا ہے''۔ (بزنس ریکارڈر، 18 جنوری، صفحہ 3)

سندھ حکومت نے 85 سال پرانے سکھر بیراج کی بحالی اور اس کی مدت استعمال کو بڑھانے کے لیے عالمی بینک سے مدد مانگی ہے۔ بیراج کی بحالی کے منصوبے پر 100 ملین ڈالر لاگت کا تخمینہ لگایا گیا ہے اور

اسے چار سال میں مکمل کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ بیراج پر کام محکمہ آبپاشی سندھ بیراجوں کو بہتر بنانے کے منصوبے (بیراجز امپرومنٹ پرجیکٹ) کے تحت کرے گا۔ (ڈان، 21 جنوری، صفحہ 19)

سندھ اسمبلی نے صوبے کا پانی چوری کرنے پر ارسا اور پنجاب کے خلاف متفقہ طور پر قرارداد منظور کرلی ہے۔ قرارداد سندھ اسمبلی میں مسلم لیگ (فنکشنل) کے پارلیمانی لیڈر نند کمار گوکلانی نے پیش کی۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ صوبہ سندھ کے احتجاج اور صوبے میں پانی کی قلت کے باوجود ارسا نے مبینہ طور پر چشمہ جہلم لنک کنال اور تونسہ پنجند کنال کھول دی ہے جو صوبوں کے درمیان معاہدے کی خلاف ورزی ہے اور سندھ کو اس کے حصے کے پانی سے محروم کررہی ہے۔ نند کمار نے الزام لگایا کہ چشمہ جہلم لنک کنال میں سال بھر ہزاروں کیوسک پانی چھوڑا جارہا ہے حالانکہ یہ سیلابی کنال ہے جس میں صرف سیلاب کے موسم میں پانی چھوڑا جاتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 فروری، صفحہ 4)

چیئرمین واپڈا لیفٹننٹ جنرل ریٹائرڈ مزمل حسین نے ایوان صنعت و تجارت لاہور (LCCI) کے صدر ملک طاہر جاوید اور دیگر حکام سے ملاقات میں کہا ہے کہ پہلی قومی آبی پالیسی کا جلد اعلان کیا جائے گا جو پانی کے حوالے سے مسائل حل کرنے میں معاون ہوگی۔ اس حقیقت کے باجود کہ پانی کے وسائل ختم ہورہے ہیں ملک میں صرف 10 فیصد پانی ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ پاکستان پانی سے محرومی کے شکار ممالک کی فہرست میں 15 ویں نمبر پر ہے جو (معاشی طور پر) 14.5 بلین ڈالر مالیت کا پانی سمندر میں گرادیتا ہے۔ چیئرمین واپڈا کا مزید کہنا تھا کہ تین دہائی پہلے تک پاکستان 70 فیصد بجلی پانی جبکہ 30 فیصد دیگر ذرائع سے حاصل کرتا تھا تاہم اب یہ تناسب تقریباً الٹ ہوچکا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 مارچ، صفحہ 20)

محکمہ زراعت پنجاب کے ترجمان کا کہنا ہے کہ حکومت صوبے میں پانی کی قلت پر قابو پانے کے لیے قطرہ قطرہ آبپاشی نظام (ڈرپ اریگیشن) کو فروغ دے رہی ہے۔ یہ نظام ان علاقوں میں موثر ہے جہاں نہری

اور بارش کا پانی زراعت کے لیے ناکافی ہے۔ اس نظام کی بدولت فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ اور پیداواری لاگت میں کمی کے تناظر میں ضروری ہے کہ کسانوں میں اس نظام سے متعلق آگاہی پیدا کی جائے۔ کسان اس ٹیکنالوجی سے ڈیزل اور بجلی پر آنے والی لاگت میں 60 فیصد کمی کر سکتے ہیں۔ حکومت اس نظام کی تنصیب کے لیے کسانوں کو مختلف آلات اور مکمل نظام پر 60 فیصد زرتلافی دے رہی ہے۔ فی الحال یہ نظام محدود رقبے یعنی 12.5 ایکڑ تک زمین پر عالمی بینک کی مدد سے استعمال کیا گیا ہے جسے مزید بڑھانے کے لیے ٹیکنالوجی پر کام جاری ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 مارچ، صفحہ 13)

نیسلے پاکستان نے ناقص زرعی طریقوں کی وجہ سے پانی کے زیاں کے مسئلہ کو اجاگر کرنے کے لیے پاکستان ایگری کلچرل ریسرچ کونسل (PARC) سے اشتراک کیا ہے۔ دنیا بھر میں تقریباً 70 فیصد پانی زرعی مقاصد کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ پاکستان میں یہ شرح 90 فیصد ہے جس میں سے 50 فیصد پانی ناقص زرعی طریقوں کی وجہ سے ضائع ہوجاتا ہے۔ اس اشتراک کے تحت نیسلے پاکستان قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کی تنصیب کے ذریعے PARC (پارک) کی تکنیکی صلاحیت کو بڑھا رہا ہے۔ اس مقصد کے تحت چھ ایکڑ رقبے پر آزمائشی بنیادوں پر قطرہ قطرہ آبپاشی نظام نصب کیا جائے گا جو جدت، ماحول دوست ٹیکنالوجی، کم سے کم پانی کے استعمال کے ذریعے پیداوار میں اضافے کا عملی نمونہ ہوگا۔ یہ منصوبہ کسانوں کے لیے پارک کے تحقیقی مرکز میں معلومات کے حصول کا مرکز بھی ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 12 اپریل، صفحہ 20)

- پن بجلی ڈیم

بلوچستان میں بارانی علاقوں میں زرعی پیداوار کو بہتر بنانے کے لیے ایک نیا ڈیم تعمیر کیا جائے گا۔ مجوزہ سری ٹوئی ڈیم اور اس کا آبپاشی نظام ژوب سے 62 کلومیٹر شمال جنوب میں میر علی خیل یونین کونسل کے مقام پر سری ٹوئی دریا پر قائم ہوگا۔ منصوبہ ADB (اے ڈی بی) کو جمع کروادیا گیا ہے جو اس پر سرمایہ کاری کے لیے جانچ پڑتال کررہا ہے۔ ڈیم سے متوقع طور پر 4,027 ہیکٹر زمین کو سیراب کیا جاسکے گا

جسے محکمہ آبپاشی و توانائی بلوچستان (BIPD) تعمیر کرے گا۔ (ڈان، 5 فروری، صفحہ 5)

ملک میں آج سے بارشوں کا نیا سلسلہ شروع ہونے کا امکان ہے اور یہ توقع کی جارہی ہے کہ بارشیں دو بڑے آبی ذخائر منگلا اور تربیلا ڈیم میں پانی سطح میں بہتری کے لیے معاون ہوں گی۔ دونوں آبی ذخائر 22 فروری سے انتہائی نچلی سطح یعنی خطرے کے نشان پر ہیں۔ محکمہ موسمیات کے مطابق مغربی علاقے سے درمیانے درجے کا بارشوں کا سلسلہ داخل ہوگا جس کے اثرات ممکنہ طور پر وسطی اور بالائی علاقوں پر پڑیں گے۔ محکمہ موسمیات کے مطابق کے پی کے، فاٹا، شمالی پنجاب، اسلام آباد، کشمیر، گلگت بلتستان کے مختلف علاقوں میں وقفے وقفے سے گرج چمک کے ساتھ بارش کا امکان ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 اپریل، صفحہ 2)

- پانی کی قلت

پشاور میں کسانوں نے وارسک لفٹ کنال میں پانی کی فراہمی میں تاخیر پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ کسانوں کو خدشہ ہے کہ متعلقہ حکام کی غفلت کی وجہ سے کسانوں کو بھاری نقصان ہوگا۔ کسانوں کے ایک وفد نے صحافیوں کو بتایا کہ محکمہ آبپاشی نے کئی ماہ پہلے صفائی کے لیے وارسک کنال میں پانی کی فراہمی بند کی تھی لیکن ابھی تک کنال میں پانی کی ترسیل بحال نہیں کی گئی ہے۔ مختلف اقسام کی فصلیں اور سبزیاں کاشت کرنے والے کسان آبپاشی کے لیے وارسک کنال پر انحصار کرتے ہیں۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ اگر کنال میں پانی کی ترسیل بحال نہ کی گئی تو مطلوبہ پیداوار حاصل نہیں ہوسکے گی۔ (ڈان، 26 فروری، صفحہ 7)

سندھ اسمبلی کے اجلاس کے دوران مسلم لیگ (فنکشنل) کے رکن اسمبلی سعید خان نظامانی نے کہا ہے کہ سندھ کو پانی کی شدید کمی کا سامنا ہے۔ پانی کی کمی نے صوبے کے مختلف علاقوں خصوصاً جمڑاؤ کنال سے متصل علاقوں اور سانگھڑ میں خشک سالی جیسی صورتحال پیدا کردی ہے۔ وزیر صحت سندھ ڈاکٹر سکندر میندھرو نے سعید خان نظامانی سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ سندھ کو منگلا اور تربیلا ڈیم میں پانی کی کمی کی وجہ سے

65 سے 70 فیصد کم پانی فراہم کیا جارہا ہے۔ (ڈان، 6 مارچ، صفحہ 18)

تمام صوبوں نے پانی کی کمی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے وفاق پر مسئلے کے حل کے لیے اقدامات کرنے پر زور دیا ہے۔ بلوچستان کے سینیٹر محمد عثمان کاکڑ نے اخبار سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ 2025 تک پاکستان کو پانی کی شدید کمی کا سامنا ہوگا۔ بلوچستان میں عوام کو پینے کا پانی میسر نہیں اور زیر زمین پانی کی سطح تیزی سے کم ہورہی ہے۔ ماضی میں بلوچستان میں زیر زمین پانی کی سطح 10 سے 100 فٹ تھی، اب یہ سطح 600 فٹ ہے جبکہ پانی کی شدید کمی کے شکار کوئٹہ میں زیر زمین پانی کی سطح 1,500 فٹ ہوگئی ہے۔ اگر وفاقی حکومت نے اس حوالے سے اقدامات نہیں کیے تو مستقبل میں صورتحال بدترین ہوجائے گی۔ پنجاب اریگیشن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر غلام زاکر حسین کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ پنجاب میں پینے کا صاف پانی موجود نہیں جبکہ زیر زمین پانی کی سطح میں ہر سال 2.5 فٹ کمی ہورہی ہے۔ اگر یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو ایک وقت آئے گا کہ ملک میں پینے کا پانی بھی نہیں ہوگا۔ انٹرنیشنل مونیٹری فنڈ (IMF) کی رپورٹ کے مطابق پاکستان پانی کی کمی شدید کمی کے شکار ممالک کی فہرست میں تیسرے نمبر پر ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 20 مارچ، صفحہ 13)

ارسا کی تکنیکی کمیٹی نے خریف کے موسم میں پانی کی دستیابی کا اندازہ لگانے کے لیے ایک اجلاس منعقد کیا ہے تاکہ صوبے پانی کی دستیابی کے مطابق فصلوں کی بیجائی کے لیے منصوبہ بندی کرسکیں۔ اپریل کے مہینے میں 40 فیصد پانی کی کمی کا اندازہ لگایا گیا ہے جس کی وجہ سے خریف کی فصلوں کی بیجائی میں سخت مشکلات اور بیجائی میں تاخیر کا سامنا ہوسکتا ہے۔ خریف کا موسم یکم اپریل سے 30 نومبر تک ہوتا ہے جس کی اہم فصلوں میں چاول، گنا، کپاس اور مکئی شامل ہیں۔ حکام کے مطابق تربیلا اور منگلا ڈیم میں پانی کی سطح خطرے کے نشان تک نیچے گر گئی ہے اور دونوں ڈیموں میں مجموعی طور پر پانی کی مقدار 0.105 ملین ایکڑ فٹ رہ گئی ہے۔ پنجاب اور سندھ میں پانی کی کمی بلترتیب 56 اور 47 فیصد ہے۔ (ڈان، 22 مارچ، صفحہ 10)

ارسا نے ملک میں پانی کی کمی سے نمٹنے کے لیے ایک ساتھ کم از کم دو بڑے ڈیم بنانے کی سفارش کی ہے۔ چاروں صوبوں کے نمائندوں اور دیگر شراکت داروں کے ساتھ مشاورتی کمیٹی کے اجلاس کے بعد ارسا کے ترجمان خالد رانا نے صحافیوں کو بتایا کہ ماہرین کے مطابق اس سال خریف کے موسم کے آغاز میں 32 فیصد جبکہ آخر میں 10 فیصد پانی کی کمی کا سامنا ہوگا۔ خریف کے موسم میں 95.12 ملین ایکڑ فٹ پانی کی دستیابی کا اندازہ لگایا گیا ہے جبکہ پچھلے سال 107 ملین ایکڑ فٹ پانی دستیاب تھا۔ اس سال موسم خریف کی فصلوں کا انحصار مون سون بارشوں اور دریا کے غیر معمولی طور پر کم بہاؤ پر ہوگا۔ اجلاس میں یہ بات سامنے آئی کہ دریائے جہلم میں پانی کا بہاؤ اوسط بہاؤ سے 40 سے 45 فیصد کم ہوگا۔ محکمہ موسمیات نے بھی خبردار کیا ہے کہ اگر مون سون بارشیں معمول سے کم ہوئیں تو فصلوں کے لیے یہ صورتحال نقصاندہ ہوسکتی ہے۔ چاول، گنا، کپاس، مکئی اور دال ماش موسم خریف کی اہم فصلیں ہیں۔ (ڈان، 30 مارچ، صفحہ 10)

ارسا کے مطابق ملک میں جاری بارشوں کی وجہ سے پاکستان کے اہم آبی ذخائر منگلا اور تربیلا ڈیم میں پانی کی سطح میں واضح بہتری آئی ہے۔ پانی کے ذخائر میں اضافے کے بعد ارسا نے سندھ اور پنجاب کو پانی کی ترسیل میں 3,000 کیوسک اضافہ کردیا ہے۔ اس وقت پنجاب کو 34,700 کیوسک جبکہ سندھ کو 31,000 کیوسک پانی فراہم کیا جارہا ہے اس کے باوجود پنجاب کو 52 فیصد جبکہ سندھ کو 31 فیصد پانی کی کمی کا سامنا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 اپریل، صفحہ 2)

کسان / مزدور

- جبری مشقت

سندھڑی، میرپورخاص پولیس نے عورتوں اور بچوں سمیت 19 جبری مشقت کے شکار ہاریوں کو مقامی زمیندار محمد انور کی زمین سے بازیاب کرکے سیشن کورٹ میرپور خاص میں پیش کردیا ہے۔ عدالت نے گوردھن بھیل کی درخواست پر پولیس کو چھاپہ مارنے کا حکم دیا تھا۔ گوردھن بھیل نے درخواست میں کہا تھا

کہ اس کا خاندان اور دیگر قریبی رشتہ داروں، جن میں بچے بھی شامل ہیں، کو زمیندار نے جبری مشقت پر رکھا ہوا ہے جنہیں کہیں آنے جانے کی اجازت نہیں اور انہیں اجرت دینے سے انکار کیا جارہا ہے۔ ان ہاریوں کو سندھ ٹیننسی ایکٹ 2013 کے مطابق طبی سہولیات اور پیداوار میں حصے سے بھی محروم کیا گیا ہے۔ عدالت نے بیان قلمبند کرنے کے بعد تمام ہاریوں کو رہا کردیا۔ (ڈان، 13 مارچ، صفحہ 19)

ایڈیشنل سیشن جج نواب شاہ نے ماں باپ اور 14 بچوں پر مشتمل جبری مشقت کے شکار خاندان کو رہا کردیا ہے جنہیں پولیس نے عدالتی حکم پر دولت پور کے قریب زمیندار غلام محمد کی زمینوں پر چھاپہ مار کر بازیاب کروایا تھا۔ متاثرہ خاندان سے تعلق رکھنے والے میر خان لاشاری نے عدالت میں درخواست دائر کی تھی کہ اس کے خاندان کے افراد گزشتہ آٹھ ماہ سے زمیندار کے پاس کام کررہے جنہیں نہ کہیں آنے جانے کی اجازت ہے نہ ہی انہیں کام کی اجرت دی جارہی ہے۔ رہا ہونے والے خاندان کا تعلق گاؤں اللہ ڈنو لاشاری ضلع ٹنڈو محمد خان سے ہے۔ (ڈان، 20 مارچ، صفحہ 19)

متفرق

گوادر بندرگاہ پر چائنا اوورسیز پورٹس ہولڈنگ کمپنی (COPHC) کے تعمیر کردہ سمندری پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کرنے والے ڈی سیلی نیشن پلانٹ کا افتتاح کردیا گیا ہے۔ چینی کمپنی نے 254,000 گیلن پانی فراہم کرنے والا یہ کارخانہ انتہائی کم مدت میں تعمیر کیا ہے۔ افتتاح کے موقع پر وفاقی وزیر جہاز رانی و بندرگاہ میر حاصل خان بزنجو کا کہنا تھا کہ اس کارخانے سے گوادر میں پینے کے پانی کی قلت پر کسی حد تک قابو پانے میں مدد ملے گی جہاں عوام گزشتہ کئی ماہ سے پانی کی کمی کا سامنا کررہے تھے۔ (ڈان، 2 جنوری، صفحہ 5)

سندھ میں پینے کے صاف پانی کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ کی سربراہی

میں ہونے والے اجلاس میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ صحت عامہ کی دیکھ بھال کا ادارہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈپارٹمنٹ (PHED) صوبہ کی 53 فیصد آبادی (16.567 ملین افراد) کو پینے کا پانی اور 40 فیصد آبادی کو نکاسی آب کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ سیکریٹری PHED (پی ایچ ای ڈی) کا کہنا تھا کہ ادارے کی موجودہ پانی کی اسکیموں کے تحت پینے کے پانی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے 340 ملین گیلن یومیہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے جس میں سے 122 ملین گیلن زیر زمین اور 218 ملین گیلن سطح پر موجود پانی شامل ہوتا ہے۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ کراچی و حیدرآباد کا محکمہ فراہمی و نکاسی آب (WASA) کا اپنا نظام اور ادارے موجود ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 2 جنوری، صفحہ 7)

کوٹری بیراج کی سالانہ بندش کی وجہ سے حیدرآباد میں پانی کی کمی ہوگئی ہے۔ بندش کا دورانیہ 26 دسمبر 2017 تا 15 جنوری 2018 تک ہوگا۔ انتظامیہ نے بیراج کے سال بھر پانی میں ڈوبے رہنے والے حصوں کے معائنہ کے لیے بیراج سے منسلک چاروں نہروں میں پانی کی ترسیل روک دی ہے جس کی وجہ سے WASA (واسا) کو پانی کی کمی کا سامنا ہے۔ ادارہ بیراج کی نزدیکی دو جھیلوں سے پانی فراہم کررہا ہے جو 15 دنوں کی پانی کی طلب کو پورا کرسکتی ہیں۔ (ڈان، 3 جنوری، صفحہ 19)

II۔ زرعی مداخل

وزیر خزانہ مفتاح اسماعیل نے قومی اسمبلی میں بجٹ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت نے بجٹ میں زرعی قرضوں کی فراہمی کے لیے مختص رقم بڑھا کر 1,100 بلین روپے کردی ہے جو گزشتہ سال 1,001 بلین روپے تھی۔ اس کے علاوہ زرعی قرضوں پر شرح سود میں بھی واضح کمی کردی گئی ہے۔ کیمیائی کھاد کی تمام اقسام پر جو اہم زرعی مداخل میں شامل ہیں، وفاقی حکومت نے سیلز ٹیکس کم کرکے دو فیصد کردیا ہے۔ بجٹ میں زرعی مشینری پر سیلز ٹیکس کی شرح بھی سات فیصد سے کم کرکے پانچ فیصد کی گئی ہے۔ حکومت زرعی ٹیوب ویلوں کو بجلی رعایتی قیمت پر فراہم کررہی ہے جو سال 19-2018 میں بھی جاری رہے گی۔ حکومت

پیداوار میں اضافے کے لیےفصلوں اور بیجوں پر زرعی تحقیق کے لیے ایک فنڈ قائم کررہی ہے جس کے لیے ابتدائی طور پر پانچ بلین روپے مختص کیے جارہے ہیں۔ اس کے علاوہ علیحدہ سے ابتدائی طور پر پانچ بلین روپے کی لاگت سے ہی ایک اور فنڈ قائم کیا جائے گا جو جدید زرعی ٹیکنالوجی کے استعمال کوفروغ دینے کے لیے استعمال ہوگا۔ مال مویشی شعبہ زراعت کا سب سے بڑا ذیلی شعبہ ہے جس کی بڑھوتری کے لیے افزائش نسل کے لیے استعمال ہونے والے بیلوں کی درآمد پر عائد تین فیصد محصول ختم کردیا جائے گا۔ مویشیوں کے چارے کی درآمد پر بھی موجودہ 10 فیصد محصول کوکم کرکے پانچ فیصد کیا جائے گا اور ڈیری کمپنیوں (کارپوریٹ ڈیری فارمرز) کومویشیوں کے باڑوں میں استعمال ہونے والے پنکھوں کی درآمد پر تین فیصد رعایتی محصول ادا کرنے کی سہولت فراہم کی جائے گی۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 28 اپریل، صفحہ 13)

مختلف کسان تنظیموں نے بجٹ 19-2018 پر ملے جلے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ کسان تنظیموں نے حکومت پر زور دیا ہے کہ زرعی ٹیوب ویل کے لیے بجلی کے (24 گھنٹوں کے لیے) یکساں نرخ کا اعلان کیا جائے اور ڈیزل پر عائد محصولات کا خاتمہ کیا جائے جس سے مداخل کی قیمتوں میں کمی ہوگی۔ پاکستان متحدہ کسان محاذ (PMKM) کے چیئرمین ایوب خان میو نے کہا ہے کہ کسان خوش ہیں کہ حکومت نے زرعی مشینری اور بیجوں کی درآمد پر محصولات میں کمی کی ہے کیونکہ 95 فیصد بیج درآمد کیا جاتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ٹیوب ویل کے لیے بجلی پر زرتلافی مستقل بنیادوں پر فراہم کرے بجائے اس کے کہ اس میں ہر تین ماہ بعد نظرثانی کی جائے۔ زرعی شعبے میں سالانہ 300 بلین روپے کا ڈیزل استعمال ہوتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ ڈیزل پر عائد 40 فیصد محصولات واپس لے جس سے زرعی شعبے پر بوجھ ختم ہو جائے گا۔ کسان بورڈ پاکستان (KBP) کے مرکزی صدر چودھری نثار احمد نے بجٹ کے حوالے سے کہا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ ایک بار پھر زراعت حکمرانوں کی پہلی ترجیح نہیں ہے۔ حکومت زرعی قرضوں پر سود کا مکمل خاتمہ کرے۔ چودھری نثار نے مزید کہا حکومت کو چاہیے تھا کہ وہ زرعی مداخل کوسیلز ٹیکس سے مکمل طور مستثنیٰ قرار دیتی۔ (بزنس ریکارڈر، 28 اپریل، صفحہ 51)

صنعتی طریقہ زراعت

انٹرنیشنل سینٹر فار ایگری کلچرل ریسرچ ان ڈرائی ایریاز (ICARDA) کے سربراہ ڈاکٹر عبدالماجد نے مہران یونیورسٹی، جامشورو میں ایک اجلاس کے دوران کہا ہے کہ زرعی شعبے میں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے پانی، محنت اور سرمایہ بچایا جاسکتا ہے۔ کیلے کے درخت کو کترنے والی مشین کی نقل پاکستان میں تیار کرلی گئی ہے جس کی مدد سے کیلے کے درخت کی باقیات نامیاتی کھاد میں تبدیل کرکے استعمال کی جاسکتی ہیں۔ یہ کھاد مٹی کی صحت کے لیے انتہائی فائدہ مند ہے اور اسے کسان فصلوں میں بھی استعمال کرسکتے ہیں۔ انکا کہنا تھا کہ گندم کے کھیت میں کھیریاں بنانے سے 30 سے 35 فیصد پانی کی بچت اور پیداوار میں 10 سے 20 فیصد اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اس طریقہ کار کے برعکس پانی دینے کا روایتی طریقہ پانی کے زیاں، سیم اور پیداوار میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالماجد نے پانی کے کم استعمال اور محدود وسائل سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کے لیے سندھ میں بیک وقت دو فصلیں (گنا اور گندم) کاشت کرنے کے رجحان کو خوش آئند قرار دیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 1 جنوری، صفحہ 9)

ایک مضمون کے مطابق صوبہ پنجاب میں زراعت میں ڈرونز یعنی اڑنے والی خودکار مشین کا استعمال متعارف کروانے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ یہ ڈرونز کھیتوں میں کیڑے مکوڑوں اور جراثیم کا خاتمہ زرعی زہر کے چھڑکاؤ کے ذریعے کرینگے۔ اس کے علاوہ حساس آلات (الیکٹرونک سینسرز) کے ذریعے نہروں سے پانی چوری کی نگرانی بھی زیرغور ہے۔ اس مقصد کے لیے حکام پہلے ہی بھاولپور میں نہری نظام کے کچھ حصے کو اس منصوبے کی آزمائش کے لیے منتخب کرچکے ہیں جہاں ان حساس آلات کی آزمائش جاری ہے۔ عالمی بینک نے حال ہی میں پنجاب میں 300 ملین ڈالر لاگت کے زرعی منڈی کے استحکام اور دیہات میں اصلاحات کے پانچ سالہ منصوبے اسٹرینتھنگ مارکیٹ فار ایگری کلچر اینڈ رورل ٹرانسفورمیشن (SMART) کی منظوری دی ہے۔ تاہم ابھی یہ واضح نہیں کہ زرعی ڈرون اور نہروں میں حساس آلات کی تنصیب عالمی بینک کے اس پانچ سالہ منصوبے کا حصہ ہے یا نہیں۔ مضمون نگار کا کہنا ہے کہ سی پیک میں شامل ہونے

سے قبل ہم کارپوریٹ زراعت کے بارے میں سنتے آرہے ہیں، جس کے تحت بڑے زمینی رقبے غیر ممالک کو لیز پر دیے گئے خصوصا سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کو۔ لیکن ہم اب تک نہیں جانتے کہ کس ملک کو کونسی زمین، کن شرائط پر دی گئی اور اس سے زرعی پیداوار میں اضافے کے لیے کیا مدد ملی؟ اب سی پیک کا بنیادی منصوبہ ہمارے سامنے ہے اور ہم جانتے ہیں کہ پاکستان چین کے ساتھ زرعی ترقی کے لیے بڑے پیمانے اشتراک کررہا ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہوا کہ ایک بار پھر زراعت کو جدید بنانے اور اسے ترقی دینے کے لیے ہماری زمین چینی کمپنیوں کو دی جائے گی۔ کیا عوام کبھی ان منصوبوں کے ثمرات جان پائیں گے؟ عوام کو کیوں آگاہ نہیں کیا جاتا کہ پاکستان نے غیر ملکی اشتراک سے زرعی شعبے میں کیا کامیابی حاصل کی ہے؟ وفاقی اور صوبائی حکام قوم کے سامنے مکمل لائحہ عمل رکھیں کہ کس طرح حکومت زراعت میں انقلاب برپا کرنے کی منصوبہ بندی کررہی ہے اور اس میں ہمارے دوست ممالک بشمول چین کیا کردار ادا کریں گے تو یہ بڑی عوامی خدمت ہوگی اور اس سے عدم اعتماد کی فضاء کا خاتمہ ہوگا جو بدقسمتی سے ہمارے زرعی شعبے میں انقلابی تبدیلی کے ہر منصوبے پر عمل درآمد میں رکاوٹ کی وجہ ہے۔

(محی الدین عظیم، ڈان، 15 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

ایک مضمون کے مطابق زراعت پاکستانی معیشت کا اہم ترین ستون ہے جس سے ملک کی تقریباً نصف سے زائد افرادی قوت روزگار حاصل کرتی ہے اور یہی شعبہ زرمبادلہ کے حصول کا اہم ذریعہ بھی ہے، تاہم یہ شعبہ ناقص منصوبہ بندی و انتظام کا شکار ہے۔ موجودہ رجحان جو زرعی شعبے میں پیداوار میں اضافے پر زور دیتا ہے دیہی غربت، آبی قلت، غذائی عدم تحفظ، ماحولیاتی اور صحت کے حوالے سے درپیش خطرات جیسے مسائل پر قابو پانے کے لیے ناکافی ہے۔ پاکستان جیسے وسیع زرعی شعبہ رکھنے والے تیسری دنیا کے ممالک کو اپنی افرادی قوت کو روزگار کی فراہمی کے لیے ماحول دوست طریقہ زراعت پر انحصار کرنے کی ضرورت ہے بجائے اس کے کہ زرعی پیداوار کے لیے امیر سرمایہ دار طبقہ کی وضع کردہ منڈی پر مبنی حکمت عملی پر بھروسہ کریں۔ نام نہاد ''سبز انقلاب'' ملک میں زرعی پیداوار میں اضافے کے ذریعے خوراک کی درآمد کو کم

کرنے کے لیے پیش کیا گیا تھا۔ تاہم اس پالیسی کو اپنانے سے ملک کا انحصار مہنگی (کیمیائی مداخل، کمپنیوں کے بیج اور مشینری کے ذریعے کی جانے والی) زراعت پر بڑھ گیا۔ اس کے علاوہ ''سبز انقلاب'' ماحول کو متاثر کرنے کا باعث بنا اور صنعتی طریقہ زراعت میں اضافہ کی وجہ سے غریب کسان خاص طور پر بٹائی پر کاشت کرنے والے کسان زمین سے محروم ہوگئے۔ زرعی بڑھوتری کے لیے متعارف کروائی جانے والی آج کی پالیسیاں اس سبز انقلاب سے مختلف نہیں۔ ان پالیسیوں کے فوائد بھی بڑے پیمانے پر چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو نہیں پہنچتے جو کسی اور (جاگیرداروں) کی زمین پر یومیہ یا موسمی بنیادوں پر کام کرنے پر مجبور ہیں تاکہ فصلیں پیدا کی جاسکیں اور ان سے زرمبادلہ حاصل ہو بجائے اس کے کہ اس پیداوار سے غریب گھرانوں کے غذائی تحفظ میں کوئی بہتری ہو۔ (سید محمد علی، دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 فروری، صفحہ 16)

محکمہ زراعت پنجاب ایک خصوصی موبائل ایپلیکیشن (برقی معلومات طریقہ) کا اجراء کررہا ہے تاکہ کسان بہتر فصلوں کے لیے زرعی ماہرین سے مشاورت کرسکیں، موسمی صورتحال اور پیشنگوئی حاصل کرسکیں اور موبائل فون پر مختلف فصلوں کی جدید پیداواری ٹیکنالوجی پر مبنی وڈیو دیکھ سکیں۔ خادم پنجاب کسان پیکج کے تحت ابتدائی طور پر کسانوں میں 110,000 جدید (اسمارٹ) موبائل فون تقسیم کیے جائیں گے اور منصوبے کے اگلے مرحلے میں تمام اندراج شدہ (رجسٹرڈ) کسانوں کو موبائل فون فراہم کردیے جائیں گے۔ اس منصوبے کو ''کنیکٹڈ ایگری کلچرل پلیٹ فارم پنجاب'' یعنی موبائل فون کے ذریعہ ''آپس میں جڑا ہوا زرعی پلیٹ فارم'' کا نام دیا گیا ہے۔ محکمہ زراعت پنجاب نے موبائل کمپنی ٹیلی نار اور پنجاب انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ (PITB) کے تعاون سے یہ موبائل ایپلیکیشن تیار ہے اور محکمہ زراعت کسانوں کو اس کے موثر استعمال کی تربیت دینے کے لیے ٹیلی نار کے تعاون سے سہولت مراکز بھی قائم کریگا۔ (بزنس ریکارڈر، 11 مارچ، صفحہ 5)

محکمہ زراعت پنجاب زرعی مشینری کے فروغ کے لیے چھ اور سات اپریل کو لاہور ایکسپو سینٹر میں عالمی زرعی نمائش 2018 منعقد کررہا ہے۔ محکمہ کے ترجمان کے مطابق نمائش کا بنیادی مقصد جدید طریقہ پیداوار

کو فروغ دینا اور کسانوں کو یہ آگاہی فراہم کرنا ہے کہ کس طرح کھیت کی سطح پر جدید ٹیکنالوجی استعمال کی جاسکتی ہے جو فی ایکڑ اخراجات میں کمی کے لیے معاون ہوتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 15 مارچ، صفحہ 20)

حکومت پنجاب زراعت کو جدید خطوط پر استوار کرنے، اسے منافع بخش بنانے اور پیداوار میں اضافے کے لیے رواں مالی سال 2.25 بلین روپے خرچ کررہی ہے۔ محکمہ زراعت کے مطابق اس منصوبے سے صوبے کے مختلف علاقوں میں زرعی شعبے میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ موسمی تبدیلی سے نمٹنے کے لیے جدید آبپاشی کی تکنیک متعارف کرنے پر توجہ دی جارہی ہے۔ اس پروگرام کے تحت 11,000 ایکڑ زمین پر قطرہ قطرہ آبپاشی نظام قائم کیا جاچکا ہے جبکہ 1,500 ایکڑ زمین پر شمسی توانائی سے چلنے والا فواروں کے ذریعے آبپاشی کا نظام (اسپرنکلر اریگیشن) بھی نصب کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ 350 ایکڑ زمین پر ٹنل فارمنگ تکنیک بھی نصب کی گئی ہے جو سال بھر بے موسم سبزیوں کی فراہمی میں معاون ہوگی۔ حکومت شمسی نظام کی تنصیب پر 80 فیصد، ٹنل فارمنگ پر 50 فیصد جبکہ سپرنکلر اریگیشن کی تنصیب پر 60 فیصد زرتلافی فراہم کررہی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 مارچ، صفحہ 5)

بیج

حیدرآباد میں ایک غیر سرکاری تنظیم کی جانب سے منعقد کردہ مزاکرے میں آغا خان یونیورسٹی کی اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر نوشین علی نے قدرتی بیجوں کے استعمال پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ بین الاقوامی کمپنیوں نے عالمی منڈی میں سبز انقلاب کے نام پر ہائبرڈ اور جینیاتی بیج متعارف کروائے ہیں۔ بین الاقوامی کمپنیوں سے بیج خریدنے کے رجحان کی وجہ سے کسانوں نے بیج محفوظ کرنا اور اسے دوبارہ کاشت کے لیے استعمال کرنا ترک کردیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ یورپ کے 15 ممالک نے ہائبرڈ اور جینیاتی بیج پر پابندی عائد کی ہے لیکن پاکستان جیسے غریب ممالک میں ان بیجوں کی آزادانہ فروخت کی اجازت دی جارہی ہے۔ ذرائع ابلاغ یہاں تک کہ یونیورسٹیاں ان کمپنیوں کے زیر اثر ہائبرڈ بیج کے منفی اثرات ظاہر کرنے سے

کتراتی ہیں۔ پاکستان اور بھارت میں کپاس کی 90 فیصد پیداوار نقصان دہ بی ٹی یعنی جینیاتی بیج سے کی جارہی ہے اور اس کپاس کے صحت پر پڑنے والے منفی اثرات جاننے کے لیے کوئی تحقیق نہیں کی گئی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 مارچ، صفحہ 5)

سورج مکھی:

ایک مضمون کے مطابق سندھ میں کم پیداوار دینے اور بیج مہنگا ہونے کی وجہ سے سورج مکھی کی کاشت میں مسلسل کمی ہورہی ہے۔ سال 11-2010 میں سندھ میں سورج مکھی کی پیداوار 350,000 ٹن تھی جو گزشتہ مالی سال کم ہوکر 69,305 ٹن تک محدود ہوگئی ہے۔ اسی طرح سورج مکھی کا زیر کاشت رقبہ بھی 660,000 ایکڑ سے کم ہوکر 166,000 ایکڑ تک محدود ہوگیا ہے۔ پنجاب میں بھی گزشتہ سالوں میں سورج مکھی کی کاشت میں کمی آئی ہے۔ اس سال پنجاب حکومت نے کسانوں کو روغنی بیجوں کی کاشت کی طرف راغب کرنے کے لیے دو پروگرام شروع کیے ہیں۔ حکومت نے سورج مکھی کی کاشت پر فی ایکڑ 5,000 روپے زرتلافی اور منڈی میں قیمت کم ہونے کی صورت میں فی من 2,500 روپے قیمت دینے کا اعلان کیا تھا۔ محکمہ زرعی تحقیق سندھ نے حال ہی میں کچھ کسانوں کو سورج مکھی کی مقامی قسم (اوپن پولینیٹڈ) کا بیج کاشتکاروں میں تقسیم کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ بیج درآمدی ہائبرڈ بیج کے مقابلے، جو مہنگا بھی ہے، مقامی موسمی حالات کے موافق ہوگا۔ (محمد حسین خان، ڈان، 26 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

کھاد

کیمیائی کھاد بنانے والی صنعت کے ذرائع کا کہنا ہے کہ گیس کی عدم فراہمی کی وجہ سے تین یوریا کارخانے بند ہونے کے نتیجے میں خریف کے موسم میں یوریا کی قلت اور اس کی قیمت میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ مئی کے مہینے سے یوریا کی ترسیل میں کمی متوقع ہے جس کے زرعی شعبے پر منفی اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ اس وقت تین یوریا کے کارخانے گیس نہ ہونے کی وجہ سے گزشتہ چھ ماہ سے بند ہیں جس کے نتیجے میں ہر ماہ

85,000 ٹن پیداوار میں کمی ہورہی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 اپریل، صفحہ 5)

زرتلافی

PITB (پی آئی ٹی بی) اور محکمہ زراعت پنجاب نے مشترکہ طور پر کسانوں کو کھاد پر براہ راست زرتلافی فراہم کرنے کے منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ چیئرمین پی آئی ٹی بی کے مطابق ادارے نے اس مقصد کے لیے خصوصی طور پر ایک ویب سائٹ (ویب پورٹل) تیار کی ہے جس پر کھاد کمپنیاں اپنی مختلف مصنوعات کے کوڈ تیار کریں گی جیسے ڈائی امونیم فاسفیٹ (DAP)۔ یہ کوڈ (ایک کوپن میں) کھاد کی بوری کے اندر چسپاں ہوں گے۔ اندراج شدہ کسان کھاد کی خریداری کے بعد یہ کوڈ موبائل پر ایک پیغام (ایس ایم ایس) کے ذریعے مخصوص نمبر پر بھیجیں گے جس کے بعد نظام اس کوڈ کی تصدیق موبائل پیغام کے ذریعے روانہ کرے گا۔ کسان اس تصدیقی موبائل پیغام اور اپنے اصل قومی شناختی کارڈ کے ذریعے نقد زرتلافی وصول کرسکیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 جنوری، صفحہ 10)

سندھ بینک نے محکمہ زراعت سندھ کی ہدایت پر مقامی طور پر تیار کردہ ٹریکٹر پر کسانوں کو دو سے تین لاکھ روپے زرتلافی دینے کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں۔ سندھ بینک زرتلافی کے لیے اہل کسانوں کو قرعہ اندازی کے ذریعے منتخب کریگا۔ ٹریکٹر پر زرتلافی مختص کردہ ضلعی کوٹہ کی بنیاد پر اس ضلع میں زیر کاشت رقبہ کی مناسبت سے جاری کی جائے گی۔ کسانوں کو ان ہی اضلاع میں درخواستیں جمع کرانی ہوں گی جہاں انکی زمین ہے۔ خبر کے مطابق یہ زرتلافی ان کسانوں کو دی جائے گی جو سندھ کے رہائشی ہوں اور لازمی طور پر 25 ایکڑ سے زائد زمین کے مالک ہوں۔ (بزنس ریکارڈر، 16 جنوری، صفحہ 2)

پنجاب حکومت نے خادم پنجاب کسان پیکج کے تحت کپاس کے منظور شدہ بیجوں پر زرتلافی کی مد میں کئی ملین روپے اضافے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ کسان پیکج کے تحت ضلع ملتان، خانیوال، لودھراں، ویہاڑی، بہاولنگر،

بہاولپور، لیہ اور راجن پور کے اندراج شدہ کسانوں کو محکمہ زراعت کے منظور شدہ کپاس کے بیج کی خریداری پر 700 روپے فی تھیلا زرتلافی فراہم کی جائے گی۔ ترجمان کا مزید کہنا تھا کہ یہ زرتلافی صرف منظور شدہ کپاس کے بیج آئی یو بی۔2013، ایف ایچ۔142، ایف ایچ۔لالہ زار، ایم این ایچ۔886 پر دی جائے گی۔ بیج کا تھیلا کھولنے پر کسانوں کو اندر سے 700 روپے زرتلافی کی رسید ملے گی۔ کسانوں کو رسید کا نمبر، اپنا قومی شناختی کارڈ نمبر اور ضلع کا نام اپنے موبائل فون سے پیغام کی صورت بھیجنا ہوگا۔ زرتلافی کے حامل بیج کے تھیلے کسانوں کو اپریل تک فراہم کردیے جائیں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 مارچ، صفحہ 17)

کھاد کی صنعت نے وفاقی حکومت سے کھاد پر زرتلافی دینے کے بجائے صنعت کو فراہم کی جانے والی گیس پر عائد ٹیکس گیس انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ سیس (GIDC) ختم کرنے اور کھاد کمپنیوں کے لیے گیس کے نرخ کو مشرق وسطی میں گیس کی قیمتوں سے منسلک کرنے پر زور دیا ہے۔ فرٹیلائزر مینوفیکچررز آف پاکستان ایڈوائزری کونسل (FMPAC) کی جانب سے جمع کروائی گئی بجٹ تجاویز میں مقامی کھاد سازوں کو درپیش زرتلافی، GIDC (جی آئی ڈی سی) و دیگر محصولات اور درآمد و برآمد کے حوالے سے مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ کھاد کی صنعت نے زرتلافی کی مد میں حکومت پر واجب الادا رقم کی فوری ادائیگی پر بھی زور دیا ہے۔ تجاویز میں کھاد کی صنعت سے جنرل سیلز ٹیکس (GST) وصول نہ کرنے کی تجویز بھی شامل ہے۔ صنعتکاروں کا کہنا ہے کہ کھاد کی صنعت اضافی کھاد کی پیداواری صلاحیت رکھتی ہے لہذا کھاد کے برآمدی کوٹہ میں اضافہ کیا جائے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 اپریل، صفحہ 5)

حکومت کی جانب سے بجٹ 19-2018 میں یوریا کی فروخت پر دی جانے والی نقد زرتلافی ختم کرکے دو فیصد سیلز ٹیکس عائد کیے جانے کا امکان ہے جو اس وقت پانچ فیصد ہے۔ فی الحال حکومت کھاد کی ہر بوری پر کسانوں کو 100 روپے زرتلافی فراہم کررہی ہے۔ تاہم کھاد تیار کرنے والے کارخانوں کا کہنا ہے کہ حکومت نے سال 17-2016 میں دی گئی زرتلافی کی مد میں 13 بلین روپے کی رقم اب تک انہیں ادا نہیں

کی ہے۔ رواں مالی سال بھی کھاد کے کارخانوں نے رعایتی قیمت پر کھاد فروخت کی جس کی مد میں حکومت پر 12 بلین روپے واجب الادا ہیں لیکن حکومت نے اب تک ادائیگی نہیں کی جس کی وجہ سے انہیں مسائل کا سامنا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 اپریل، صفحہ 20)

پنجاب حکومت نے کھاد پر دی جانے والی 150 روپے فی بوری زرتلافی بڑھا کر 300 روپے فی بوری کردی ہے۔ سیکریٹری محکمہ زراعت پنجاب محمد محمود کے مطابق یہ زرتلافی تمام فاسفورس والی یوریا کھاد پر بھی دستیاب ہوگی۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت کپاس کے اہم پیداواری علاقوں میں کپاس کے منظور شدہ بیج 50 فیصد تک رعایتی قیمت پر فراہم کررہی ہے اور کسانوں کو بیج کے ہر تھیلے پر 700 روپے زرتلافی کی رسید (سبسڈی واؤچر) بھی دی جارہی ہے۔ (ڈان، 27 اپریل، صفحہ 2)

زرعی قرضے

قومی اسمبلی کے اجلاس میں حزب اختلاف نے حکومت پر زرعی قرضوں کی غیر منصفانہ تقسیم پر تنقید کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ زیادہ تر زرعی قرضے صوبہ پنجاب کو دیے گئے ہیں۔ قومی اسمبلی کو بتایا گیا کہ گزشتہ سال زرعی ترقیاتی بینک کی جانب سے فراہم کیے گئے کل زرعی قرضوں کا 88 فیصد پنجاب کو اور بقیہ تین صوبوں سندھ، بلوچستان اور کے پی کے کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ قائد حزب اختلاف سید خورشید شاہ نے شرح سود پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ عوام کے ساتھ ناانصافی ہے کہ سرکاری بینکوں کے زرعی اور رہائشی قرضوں پر شرح سود نجی تجارتی بینکوں کے مقابلے کہیں زیادہ ہے''۔ اس حوالے سے وزیر مملکت برائے خزانہ رعنا افضل نے کہا کہ گزشتہ سال زرعی ترقیاتی بینک کی جانب سے دیے گئے زرعی قرضوں میں سے 77 فیصد پنجاب کو قابل کاشت زمین کی بنیاد پر دیے گئے تھے۔ دیگر تین صوبے قرضوں کے لیے فراہم کردہ رقم استعمال نہیں کرسکے تھے۔ (ڈان، 14 فروری، صفحہ 3)

اسٹیٹ بینک کے مطابق رواں مالی سال کے ابتدائی سات ماہ کے دوران تمام بینکوں نے 499.645 بلین روپے کے زرعی قرضے فراہم کیے ہیں جو گزشتہ سال اسی مدت کے دوان 351.358 بلین روپے تھے۔ اسٹیٹ بینک نے مالی سال 2018 کے لیے زرعی قرضوں کی فراہمی کا ہدف ایک ٹریلین روپے مقرر کیا ہے جو گزشتہ سال کے ہدف کے مقابلے 43 فیصد زیادہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 22 فروری، صفحہ 22)

محکمہ زراعت پنجاب کے ترجمان کا کہنا ہے کہ 5,447 کسانوں کو 300.7 ملین روپے کے بلاسود قرضے فراہم کیے جاچکے ہیں۔ قرضے جدید الیکٹرونک کارڈ (ای کریڈٹ کارڈ) کے ذریعے فراہم کیے گئے ہیں جو پہلے ہی کسانوں کو جاری کیے جاچکے ہیں۔ محکمہ زراعت نے مزید 25,538 کسانوں کا اندراج کیا ہے جنہیں کسان کارڈ جاری کیے جائیں گے۔ اس کارڈ سے کسان زرعی آلات کی خریداری پر زرتلافی حاصل کرسکیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 مارچ، صفحہ 11)

- زرعی محصول

حکومت پنجاب نے زرعی شعبہ کو محصولات کے دائرہ کار میں لانے کا منصوبہ مؤخر کردیا ہے کیونکہ پالیسی ساز سمجھتے ہیں کہ صوبے میں اس وقت زرعی شعبہ مشکل حالات سے دوچار ہے۔ وزیر خزانہ پنجاب عائشہ غوث پاشا کا کہنا ہے کہ صوبے میں زرعی شعبے میں بڑھوتری صرف دو فیصد ہے۔ پڑوسی ملک بھارت اپنے کسانوں کو پاکستان کے مقابلے زیادہ زرتلافی دے رہا ہے جبکہ یہاں زرعی شعبہ پر محصولات عائد کرنے کی باتیں کی جارہی ہیں۔ پنجاب حکومت نے وفاقی حکومت کے ذریعے زرعی مداخل پر آنے والی لاگت کم کرنے کے لیے کیمیائی کھاد اور زرعی ادویات پر محصولات میں کمی کی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 31 مارچ، صفحہ 13)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقدآور فصلیں و اشیاء

ایک مضمون کے مطابق سال 2018 میں اہم فصلوں اور مال مویشی شعبے میں بہتری کے امکانات ہیں لیکن

ان شعبہ جات کے بنیادی ڈھانچے کے حوالے سے مسائل برقرار ہیں جن پر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ پانچ میں سے تین اہم فصلوں گندم، چاول اور گنے کی پیداوار بہتر ہونے کی امید ہے۔ سرکاری حکام اور کاشتکاروں کے مطابق مکئی کی پیداوار میں کمی ہوئی ہے جس کی کئی وجوہات ہیں۔ اگر سب ٹھیک رہا تو کپاس کی پیداوار بھی 13 ملین گانٹھوں تک جاسکتی ہے لیکن اس کے باوجود 14.04 ملین گانٹھوں کا اصل ہدف حاصل نہیں ہوسکے گا۔ آئندہ موسم کے لیے گندم کا پیداواری ہدف 26.46 ملین ٹن ہے جو گزشتہ سال 25.75 ملین ٹن تھا۔ نہری پانی اور بارشوں کی کمی گندم کے پیداواری ہدف کے حصول کو مشکل بنا سکتی ہے تاہم زراعت کے صوبائی محکموں کا کہنا ہے کہ اب تک کی اطلاعات کے مطابق زیر کاشت رقبے میں کچھ کمی کے باوجود گندم کی پیداوار کا ہدف حاصل کرلیا جائے گا۔ چاول کی پیداوار کے حوالے سے حکام کا کہنا ہے کہ 2017 میں 7.55 ملین ٹن چاول کی پیداوار ہوئی تھی جبکہ 2018 میں اگر چاول کا زیر کاشت رقبہ پچھلے سال کی سطح پر رہا تو پیداوار آٹھ ملین ٹن سے تجاوز کر جائے گی۔ گنے کی پیداوار میں بھی 2017 میں دس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح مکئی کی پیداوار پہلی بار 2017 میں 6.1 ملین ٹن تک پہنچ گئی تھی لیکن زیر کاشت رقبے میں کمی کے باعث 2018 میں مکئی کی پیداوار 5.3 سے 5.5 ملین ٹن تک متوقع ہے۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 1 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

اخباری اداریہ کے مطابق درحقیقت پاکستان میں زرعی شعبہ کئی سالوں سے تنزلی کا شکار ہے اور اب ملک دنیا میں فی ہیکٹر کم ترین پیداواری سطح پر آ گیا ہے۔ فرانس میں فی ہیکٹر 8.1 ٹن گندم کی پیداوار کے مقابلے پاکستان فی ہیکٹر 3.1 ٹن گندم پیدا کرتا ہے۔ چین میں کپاس کی فی ہیکٹر پیداوار 4.8 ٹن جبکہ پاکستان میں 2.5 ٹن فی ہیکٹر ہے۔ اسی طرح مصر میں گنے کی فی ہیکٹر پیداوار 125.1 ٹن ہے اور پاکستان میں 63.4 ٹن۔ امریکہ میں چاول کی فی ہیکٹر پیداوار 9.2 ٹن کے مقابلے پاکستان میں 2.7 ٹن ہے۔ پاکستان میں کوئی بھی فصل دیگر ممالک کی پیداوار کے برابر یا اس کے قریب تر بھی نظر نہیں آتی۔ فی ہیکٹر کم پیداوار کے اثرات معیشت پر پڑتے ہیں اور صنعتی پیداوار متاثر ہوتی ہے جس سے پیداواری لاگت

میں اضافہ ہوتا ہے۔ چاول، مکئی، چینی اور چینی سے بنی اشیاء کی موجودہ برآمدات پاکستان کی ممکنہ برآمدی صلاحیت سے کم ہیں۔ زرعی شعبہ اب بھی بلواسطہ یا بلاواسطہ 42 فیصد افرادی قوت کو روزگار فراہم کرتا ہے اس کے باوجود تقریباً 50 فیصد پیداوار سرد خانے اورنقل وحمل کی سہولیات نہ ہونے اور ناقص طریقوں کی وجہ سے ضائع ہوتی ہے۔ (اداریہ، دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 جنوری، صفحہ 16)

چیئرمین پارک ڈاکٹر یوسف ظفر نے پاکستان میں زراعت کے مستقبل کے عنوان پر ہونے والے ایک ورکشاپ میں کہا ہے کہ سی پیک میں زرعی شعبہ کو معقول اہمیت نہیں دی جارہی۔ سی پیک منصوبہ میں زرعی شعبے کا کوئی کردار نہیں تاہم نیشنل ایگری کلچرل ریسرچ سینٹر (NARC) کی جانب سے سی پیک کے تحت ایگری کلچر زون بنانے کی کچھ تجاویز دی گئی تھیں جو زیرغور ہیں۔ چیئرمین پارک کا مزید کہنا تھا کہ کل برآمدات میں زرعی شعبے کا حصہ 57 فیصد ہے۔ مجموعی قومی پیداوار میں زراعت کا حصہ 19.8 فیصد ہے جس میں مال مویشی شعبہ کا حصہ 58 فیصد، فصلیں 40 فیصد جبکہ ماہی گیری اور جنگلات کا حصہ ایک ایک فیصد ہے۔ پاکستان میں گندم، چاول، چینی، مکئی اور آلو ضرورت سے زیادہ ہے۔ ملک میں سال 17-2016 کے دوران 25 ملین ٹن گندم، 6.85 ملین ٹن چاول، 5.6 ملین ٹن چینی، 6.13 ملین ٹن مکئی اور 3.8 ملین ٹن آلو کی پیداوار ہوئی تھی۔ ڈائریکٹر جنرل محکمہ تحفظ نباتات (ڈپارٹمنٹ آف پلانٹ پروٹیکشن) ڈاکٹر وسیم الحسن کا کہنا تھا کہ چین اور امریکہ اپنے کسانوں کو تحفظ دینے کے لیے پاکستانی زرعی اشیاء درآمد کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پاکستان نے گزشتہ سال سے ٹماٹر کی درآمد پر پابندی عائد کرکے 12 بلین روپے بچائے ہیں۔ پیاز کی درآمد پر بھی پابندی عائد کی گئی تھی اور آج پاکستان پیاز برآمد کرنے والا ملک بن چکا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 22 فروری، صفحہ 3)

فیڈرل کمیٹی آن ایگری کلچر (FCA) نے کپاس و گنے سمیت خریف کی اہم فصلوں کا پیداواری ہدف مقرر کردیا ہے۔ کپاس کی 14.37 ملین گانٹھوں کی پیداوار کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ گنے کا پیداواری ہدف

68.157 ملین ٹن، چاول کا 6.931 ملین ٹن اور مکئی کا پیداواری ہدف 5.3 ملین ٹن مقرر کیا گیا ہے۔ کپاس 2.955 ملین ہیکٹر اور چاول 2.805 ملین ہیکٹر رقبے پر کاشت کیا جائے گا۔ خریف کی دیگر فصلوں میں سے دال مونگ کا ہدف 120,600 ٹن، دال ماش 11,300 ٹن، مرچ 117,900 ٹن اور ٹماٹر کا 166,700 ٹن پیداواری ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ خریف کی فصلوں کو جون سے ستمبر کے دوران پانی کی کمی کا خطرہ ہے۔ کمیٹی کے اجلاس میں وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے بتایا کہ 69.4 ملین ایکڑ فٹ پانی کی طلب کے مقابلہ میں 62.03 ملین ایکڑ پانی دستیاب ہوگا۔ (ڈان، 11 اپریل، صفحہ 11)

قومی اقتصادی سروے 18-2017 کے مطابق زرعی شعبے میں بڑھوتری کے ہدف 3.5 فیصد کے مقابلے میں 3.81 فیصد مثبت بڑھوتری ہوئی ہے۔ سروے کے مطابق گندم اور مکئی کی فصل میں بلترتیب 4.43 اور 7.04 فیصد کمی ہوئی ہے جبکہ خریف کی اہم فصلوں میں گنا اور چاول کی پیداوار ہدف سے زیادہ ہوئی ہے۔ گنے کی پیداوار میں 7.45 اور چاول کی پیداوار میں 8.65 فیصد بڑھوتری ہوئی جبکہ کپاس کی فصل میں گزشتہ سال کے مقابلے 11.85 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ سروے کے مطابق زرعی شعبے میں مثبت بڑھوتری کی وجہ حکومتی زراعت دوست پالیسیاں، بہتر پیداوار، مداخل کی پرکشش قیمتیں، تصدیق شدہ بیجوں کی دستیابی، زرعی قرضے، زرعی زہر اور کیمیائی کھادوں کا زیادہ استعمال ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 اپریل، صفحہ 5)

غذائی فصلیں

- گندم

وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے سینیٹ کی پارلیمانی کمیٹی کو آگاہ کیا ہے کہ ملک بھر میں ہدف کے مقابلے 97 فیصد گندم کی بوائی مکمل کی جاچکی ہے۔ گندم کی بوائی مقررہ ہدف 8.9 ملین ہیکٹر میں سے 8.7 ملین ہیکٹر پر کی جاچکی ہے۔ کمیٹی کو بتایا گیا کہ پنجاب میں بوائی اپنے ہدف کے مقابلے 98.13 فیصد، سندھ میں 95.18 فیصد جبکہ کے پی کے اور فاٹا میں اپنے ہدف کے مقابلے 101.04 فیصد مکمل کی جاچکی

ہے۔ بلوچستان میں گندم کی بوائی جاری ہے اور ہدف کے مقابلے اب تک 92.32 فیصد بوائی مکمل ہوچکی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 5 جنوری، صفحہ 22)

وزیر خوراک سندھ نثار کھوڑو نے سندھ اسمبلی کو بتایا ہے کہ 2008 سے 2014 کے درمیان 630 ملین روپے کی سرکاری گندم چوری یا غبن کرلی گئی ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ صوبے بھر کے مختلف گوداموں سے 130,000 سے زیادہ گندم کی بوریاں چوری یا غبن کی گئی ہیں۔ بدعنوانی کے مقدمات متعلقہ اداروں کو بھیج دیے گئے ہیں۔ نو سرکاری افسران کو برطرف کردیا گیا ہے، تین پر فرد جرم عائد کیا جاچکا ہے، چار افسران کو معطل کردیا گیا ہے جبکہ 27 مقدمات زیر التواء ہیں۔ (ڈان، 23 جنوری، صفحہ 18)

سندھ چیمبر آف ایگری کلچر (SCA) نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ سندھ میں گندم کی پیداوار میں کمی ہوسکتی ہے کیونکہ فصلوں کو ضرورت کے مطابق پانی نہیں مل رہا ہے۔ حیدرآباد میں ہونے والے SCA (ایس سی اے) کے اجلاس کے بعد جاری کردہ بیان میں کہا گیا ہے کہ نارا اور روہڑی کنال کے علاقوں میں پانی کی شدید کمی ہے۔ یہ دونوں نہریں پانچ ملین ایکڑ زمین کو سیراب کرتی ہیں۔ کاشتکاروں نے اجلاس کے دوران بتایا کہ گنے کی کرشنگ میں تاخیر کی وجہ سے گندم کی کاشت پہلے ہی متاثر ہوچکی ہے۔ سال 2016-17 میں برقت بوائی کے نتیجے میں سندھ میں چھ ملین ٹن گندم کی شاندار فصل ہوئی تھی لیکن اس سال پانی کی کمی اور بوائی میں تاخیر کی وجہ سے پیداوار میں کمی کا خدشہ ہے۔ جنرل سیکریٹری ایس سی اے زاہد حسین بھرگڑی نے کہا ہے کہ سندھ حکومت فصلوں کو تباہ کرنے والے ناقص بیجوں کی فروخت پر پابندی عائد کرے اور بیج کی پیداوار کے سرکاری محکمے کو فعال کیا جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 جنوری، صفحہ 5)

خریداری:

سندھ آباد گار بورڈ (SAB) کے صدر عبدالمجید نظامانی اور دیگر ارکان نے ایک پریس کانفرنس میں عدلیہ کی

زیر نگرانی کسانوں میں باردانہ تقسیم کرنے اور سینیٹ، قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی کے اراکین اور حکمران جماعت کے ارکان کا باردانے میں حصہ (کوٹہ) ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ چیف جسٹس سپریم کورٹ اور سندھ ہائی کورٹ اس صورتحال کا ازخود نوٹس لیکر وقت پر باردانہ کی تقسیم کا حکم دیں۔ ہر صورت یکم اپریل سے گندم کی خریداری کا آغاز کیا جائے اور خریداری کے مراحل میں بڑے پیمانے پر بدعنوانی میں ملوث سرکاری اداروں اور شخصیات کے خلاف کارروائی کی جائے۔ پانچ ہفتے گزر چکے ہیں لیکن سندھ میں اب تک باردانہ تقسیم کرنے کا عمل شروع نہیں کیا گیا۔ کسانوں کو اس صورتحال کا ہر سال سامنا کرنا پڑتا ہے اور زیادہ تر کسانوں کو بدعنوانی کی وجہ سے باردانہ فراہم نہیں کیا جاتا۔ سندھ حکومت نے اس سال گندم کی خریداری کا ہدف 1.4 ملین ٹن مقرر کیا ہے جس کے لیے 14 ملین باردانہ تقسیم کیا جائے گا۔
(ڈان، 29 مارچ، صفحہ 19)

اعلیٰ سرکاری حکام کے مطابق پنجاب میں اس سال گندم کی 19.96 ملین ٹن پیداوار متوقع ہے جو گزشتہ سال 20 ملین ٹن تھی۔ گندم کی کٹائی کے موسم میں منڈی میں گندم کی گرتی ہوئی قیمت اہم مسئلہ ہے جو باعث تشویش ہے۔ جنوبی پنجاب کے کچھ علاقوں میں گندم کی قیمت 1,100 روپے فی من ہوگئی ہے جبکہ سرکاری قیمت 1,300 روپے فی من ہے۔ گزشتہ چند دنوں میں میاں چنوں، بھاولنگر، پاکپتن، عارف والا کی تھوک منڈیوں میں گندم کی قیمت 1,040 سے 1,120 روپے فی من تھی۔ چیئرمین پاکستان کسان اتحاد خالد کھوکھر کا کہنا ہے کہ اگر حکومت نے آئندہ ہفتے سے گندم کی خریداری کا عمل شروع نہیں کیا تو گندم کی قیمت مزید کم ہونے کا امکان ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 اپریل، صفحہ 20)

حکومت پنجاب نے گندم کی خریداری پالیسی 2018-19 جاری کردی ہے جس کے تحت چار ملین ٹن گندم کی خریداری کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ گندم کی فی من قیمت 1,300 روپے مقرر کی گئی ہے۔ پالیسی کے تحت 10 ایکڑ تک زمین رکھنے والے کسان باردانے کے حصول کے اہل ہوں گے۔ پہلے مرحلے میں 382

گندم خریداری مراکز سے اہل کسانوں سے درخواستیں وصول کی جائیں گی۔ دوسرے مرحلے میں درخواستوں کی جانچ کی جائے گی اور 24 اپریل کو باردانے کی فراہمی کا عمل شروع ہوگا جو 30 دنوں تک جاری رہے گا۔ گندم کی خریداری کے تمام عمل کی نگرانی ڈویژنل کمشنر، محکمہ خوراک کے ڈائریکٹر اور سیکریٹری کریں گے۔
(ڈان، 15 اپریل، صفحہ 2)

آٹا مل مالکان اور پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن (PFMA) کے سابق چیئرمین حاجی محمد بشیر اور حاجی محمد خلیق ارشاد نے پنجاب حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ آنے والے رمضان پیکج میں آٹے کو شامل نہ کرے کیونکہ آٹے پر زرتلافی سے عام صارفین کے بجائے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے۔ حکومت کی گندم خریداری مہم رمضان کے دوران بھی جاری رہے گی۔ اس مہم کے دوران حکومت 1,300 روپے فی من گندم کسانوں سے خریدے گی جبکہ رمضان پیکج کے تحت سرکاری گوداموں سے آٹا ملوں کو فراہم کیے جانے والے گندم کی قیمت 800 روپے فی من ہوگی۔ دونوں قیمتوں میں 500 روپے کا فرق ہے جس سے بدعنوانی کی حوصلہ افزائی ہوسکتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ خود کو گندم کی خریداری کے عمل سے الگ کرے اور (بجائے اس کہ کے کسانوں کو گندم پر زرتلافی دے) اس کی قیمت کی فہرست جاری کرے تاکہ نجی شعبہ بھی اس خریداری میں حصہ لے سکے۔ زرتلافی کی یہی رقم بیج، کھاد، ڈیزل، بجلی اور پانی کی قیمت کم کرنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ اس طرح گندم کی قیمت کم ہوجائے گی جس کے نتیجے میں آٹے کی قیمت بھی کم ہوگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 15 اپریل، صفحہ 11)

سندھ اسمبلی کے اجلاس میں گندم کی خریداری اور باردانے کی تقسیم پر بحث کے دوران مسلم لیگ ن کی رکن اسمبلی صورت تھیبو نے کہا ہے کہ صوبے میں گندم کی خریداری مہم شروع کی گئی ہے لیکن کسانوں کو باردانہ فراہم نہیں کیا جارہا۔ سندھ کے کئی علاقوں میں گندم کے خریداری مراکز قائم نہیں کیے گئے اور متعلقہ حکام کسانوں سے ملنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ ان کے ٹیلی فون بند پڑے ہیں اور کوئی بھی کسان بااثر

سیاسی شخصیات کی پرچی کے بغیر باردانہ حاصل نہیں کرسکتا۔ کسان احتجاج کررہے ہیں لیکن کوئی توجہ نہیں دی جارہی۔ وزیر خوراک سندھ نثار احمد کھوڑو نے ان الزامات کے جواب میں اسمبلی کو بتایا کہ حکومت نے 1.4 ملین ٹن گندم خریدنے کا فیصلہ کیا ہے جبکہ سندھ میں 5.5 ملین ٹن گندم کی پیداوار ہوئی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ تمام گندم 1,300 روپے فی من امدادی قیمت پر خریدی جاسکے۔ حکومت نے گندم کی خریداری اور کسانوں کو زرتلافی دینے کے لیے ایک بلین روپے بینکوں سے قرض لیا ہے۔ سندھ کے کئی اضلاع میں فوڈ انسپکٹر کی غیر موجودگی کے سوال پر ان کا کہنا تھا کہ اس وقت تقرریوں پر پابندی ہے جس کے باعث محکمہ خوراک کے پاس فوڈ انسپکٹروں کی کمی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 اپریل، صفحہ 5)

سندھ ہائی کورٹ، حیدرآباد سرکٹ بینچ نے زیریں سندھ کے 12 اضلاع کے سیشن جج صاحبان کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر تعلقہ میں ایک عدالتی مجسٹریٹ کا تقرر کریں جو محکمہ خوراک کے افسران کی جانب سے باردانے کی تقسیم کے عمل کی نگرانی کریں۔ مختلف علاقوں کے کاشتکاروں کی جانب سے دائر کردہ ایک جیسی 18 درخواستوں کو نمٹاتے ہوئے جسٹس عزیزالرحمٰن اور فہیم احمد صدیقی پر مشتمل بینچ نے یہ حکم جاری کیا۔ درخواست گزاروں کا کہنا تھا کہ متعلقہ حکام پالیسی اور ضرورت کے مطابق باردانہ فراہم نہیں کررہے ہیں۔ عدالت نے متعلقہ ڈپٹی کمشنروں اور پولیس سپرنٹنڈنٹ کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ عدالتی مجسٹریٹ سے تعاون کریں اور اس حوالے سے اپنے عملے کو ضروری ہدایات جاری کریں۔ (ڈان، 26 اپریل، صفحہ 19)

پھل سبزی

امرود

محکمہ زراعت پنجاب نے صوبے کے مخصوص اضلاع میں امرود کی کاشت کو فروغ دینے کے لیے منصوبہ بندی کی ہے جس کا مقصد امرود کی پیداوار میں بڑے پیمانے پر اضافہ کرنا اور مخصوص اضلاع میں کامیابی کے بعد اس منصوبے کو دیگر اضلاع تک بڑھانا ہے۔ منصوبے کے تحت تحصیل کی سطح پر امرود کی پیداوار میں

اضافے اور اسے منافع بخش بنانے کے لیے 10 ایکڑ سے زیادہ زمین تیار کی جارہی ہے۔ امرود کے یہ آزمائشی باغات کسانوں کی رہنمائی کے لیے سیالکوٹ، لاہور، نارووال، گجرانوالہ اور حافظ آباد میں تیار کیے جارہے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 9 فروری، صفحہ 18)

کھجور، کینو

محکمہ زراعت پنجاب نے صوبے میں کھجور کے درختوں کی مفت تقسیم اور بغیر بیج کے کینو کی رعایتی قیمت پر فراہمی کے 780 ملین روپے کے پانچ سالہ منصوبے کے آغاز کیا ہے۔ منصوبے کے تحت محکمہ زراعت جنوبی پنجاب کے نو اضلاع بھاولپور، ملتان، جھنگ، رحیم یار خان، ڈیرہ غازی خان، لیہ، مظفر گڑھ، بھکر اور راجن پور میں کسانوں کو کھجور کے درخت مفت فراہم کرے گا جبکہ بغیر بیج کے کینو کے پودے چھ اضلاع سرگودھا، ٹوبہ ٹیک سنگھ، منڈی بہاؤالدین، ساہیوال، ویہاڑی اور لیہ کے کسانوں کو رعایتی قیمت پر فراہم کیے جائیں گے۔ کسان اس سلسلے میں درخواست فارم ضلعی ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت کے دفتر سے حاصل کرسکتے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 31 جنوری، صفحہ 7)

نقد آور فصلیں

- کپاس

رواں سال (18-2017) ملک میں کپاس کی پیداوار میں گزشتہ سال کے مقابلے 7.49 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ 15 فروری تک کل 11.485 ملین گانٹھیں کپاس کی پیداوار ہوئی ہے جو گزشتہ موسم میں 10.685 ملین گانٹھیں تھی۔ پیداوار میں معمولی اضافے سے یہ واضح ہے کہ کپاس کی پیداوار کو زیر کاشت رقبے میں کمی اور تحقیق کے فقدان سمیت کئی طرح کے مسائل کا سامنا ہے۔ یہ مسلسل تیسرا سال ہے کہ کپاس کی پیداوار جو 15-2014 میں 15 ملین گانٹھیں تھی کم ہوتے ہوئے 10 سے 11 ملین گانٹھوں پر آ گئی ہے۔ یہ حوصلہ افزا بات ہے کہ سندھ میں کپاس کی پیداوار میں بڑھوتری 12.32 فیصد ہے جبکہ پنجاب میں بڑھوتری

کی شرح صرف 4.8 فیصد ہے۔ سابق چیئرمین آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن (APTMA) یاسر صدیق کا کہنا ہے کہ کپاس کے حوالے سے پالیسی ترتیب دینے اور اس کو دوسری فصلوں پر فوقیت دینے کی ضرورت ہے۔ فوری طور پر گنا اور گندم کی کاشت پر پابندی کے ذریعے کپاس کے زیر کاشت رقبے میں اضافہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ (ڈان، 20 فروری، صفحہ 10)

ورلڈ وائڈ فنڈ فار نیچر- پاکستان (WWF-P) پاکستان اور کراچی کاٹن ایسوسی ایشن (KCA) کی جانب سے منعقد کردہ ایک اجلاس میں بتایا گیا ہے کہ ملک میں کاشت ہونے والی نامیاتی (آرگینک) کپاس کو عالمی اداروں کی جانب سے اگلے سال تصدیقی سند دے دی جائے گی۔ یہ اجلاس تصدیق شدہ نامیاتی کپاس کی پیداوار کے لیے کی جانے والی کوششوں پر بحث کے لیے منعقد کیا گیا تھا جس میں بیج، پیداوار، طلب، ترسیلی نظام، کاشتکاروں اور کپڑا ملوں کے درمیان روابط پر بھی بات کی گئی۔ نامیاتی کپاس بغیر کسی کیمیائی کھاد اور زہریلے چھڑکاؤ کے کاشت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ نامیاتی کپاس کے لیے جینیاتی بیج استعمال نہیں کیا جاتا اور اسے کیمیائی اجزاء سے پاک رکھا جاتا ہے۔ WWF-P (ڈبلیو ڈبلیو ایف۔ پی) اور کنٹرول یونین سرٹیفکیشن (CUC) نے 2015 میں بلوچستان کے ضلع لسبیلہ میں 500 کپاس کے کاشتکاروں کی جانچ کی تھی اور 2016 میں بلوچستان کے ضلع لسبیلہ، سبی اور بارکھان میں نامیاتی کپاس کی پیداوار کے منصوبے کا آغاز کیا تھا۔ اس منصوبے کا مقصد نامیاتی کپاس کاشت کرنے والے کسانوں کی آمدنی اور پیداوار کو کسانوں کی صلاحیتوں میں اضافے کے ذریعے بڑھانا تھا۔ ابتدائی طور پر ملک میں نامیاتی کپاس کی 50,000 گانٹھوں کی پیداوار متوقع ہے۔ پاکستان اس وقت تقریباً 400,000 نامیاتی کپاس کی گانٹھیں درآمد کرتا ہے جس میں سے زیادہ تر بھارت سے درآمد کی جاتی ہیں۔ (ڈان، 21 فروری، صفحہ 10)

پاکستان کاٹن جنرز ایسوسی ایشن (PCGA) کے مطابق پچھلے سال کے مقابلے اس سال یکم مارچ تک کپاس کی پیداوار میں 7.63 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ کپاس کی پیداوار مقرر کردہ ہدف 12.6 ملین گانٹھوں کے مقابلے

11.5 ملین گانٹھیں ہوئی۔ سندھ میں کپاس کی پیداوار میں بہتری ہوئی ہے جہاں پیداوار میں 12.32 فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ پنجاب میں کپاس کی پیداوار میں 5.07 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (ڈان، 4 مارچ، صفحہ 10)

ملک میں یکم اپریل تک کپاس کی 11.57 ملین گانٹھوں کی پیداوار ہوئی ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے میں 7.88 فیصد زیادہ ہے۔ گزشتہ سال اسی دورانیے میں کپاس کی پیداوار 10.72 ملین گانٹھوں تک محدود تھی۔ سندھ میں کپاس کی پیداوار میں 12.31 فیصد بڑھوتری اور پیداوار 4.24 ملین گانٹھیں ہوئی۔ پنجاب میں بھی 5.46 فیصد بڑھوتری ہوئی ہے جہاں 7.31 ملین گانٹھیں کپاس کی پیداوار ہوئی ہے۔ کپاس کے تجزیہ کار نسیم عثمان کے مطابق اس دفعہ نہ تو گرمی کی لہر آئی اور نہ ہی کپاس پر کیڑوں کا حملہ ہوا ہے، لیکن یہ خدشہ ہے کہ پنجاب اور سندھ میں اگلے سال کپاس کی پیداوار میں کمی ہوسکتی کیونکہ دونوں صوبے پہلے ہی پانی کی شدید کمی کا سامنا کررہے ہیں۔ (ڈان، 4 اپریل، صفحہ 10)

کپاس کے کاشتکاروں میں آگاہی پھیلانے کے لیے منعقد کیے گئے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے سیکریٹری محکمہ زراعت پنجاب محمد محمود نے کہا ہے کہ صوبے میں کپاس کی بوائی شروع ہوچکی ہے اور محکمہ چھ ملین ایکڑ رقبے پر کپاس کی بوائی کا ہدف حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ کسانوں کو کپاس کی منظور شدہ اقسام کاشت کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے جس کا محکمہ پہلے ہی اعلان کرچکا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ محکمہ زراعت پنجاب کی کوششوں اور اقدامات سے کپاس کی پیداوار میں سال 2015-16 کے مقابلے میں 2017-18 میں 14 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ محکمہ ملاوٹ شدہ زرعی زہر اور جعلی کیمیائی کھاد کے خلاف کارروائی کررہا ہے۔ اس کارروائی کے دوران 121 مقدمات درج کیے گئے ہیں جبکہ 30 ملین روپے سے زیادہ مالیت کی ملاوٹ شدہ زرعی ادویات ضبط کی گئی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 19 اپریل، صفحہ 13)

محکمہ زراعت پنجاب نے ایک بار پھر کسانوں کو کپاس کے صرف منظور شدہ بیج استعمال کرنے کی تجویز دی

ہے۔ بی ٹی کپاس کی منظور شدہ اقسام میں ایم ان ایچ۔ 886، وی ایچ۔ 259، بی ایچ۔ 178، سی آئی ایم۔ 602، ایف ایچ لالہ زار، ایف ایچ۔ 142، آئی یو بی۔ 13، ایم این ایچ۔ 988، وی ایچ۔ 305، اے جی سی۔ 999، اے جی سی۔ 777 شامل ہیں۔ جبکہ روایتی کپاس کے تجویز کردہ بیجوں میں سی ایم۔ 554، نایاب۔ 777، سی آئی ایم۔ 608، سی آر ایس ایم۔ 38، ایس ایل ایچ۔ 317، بی ایچ۔ 167، این آئی بی جی۔ 115، نیاب۔ 852، نایاب۔ 846، نایاب کرن، نایاب۔ 112، سائٹو۔ 124، سی آئی ایم۔ 620 اور نایاب۔ 2008 شامل ہیں۔ ترجمان محکمہ زراعت پنجاب کا کہنا ہے کہ حکومت نے تجویز کردہ بیجوں کی مطلوبہ مقدار کی منڈی میں موجودگی یقینی بنانے کا بندوبست کیا ہے اور ان بیجوں کی منڈی میں کوئی کمی نہیں ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 اپریل، صفحہ 7)

ایک خبر کے مطابق سال 19-2018 میں کپاس کے موسم کے آغاز پر سندھ میں ایک بلین روپے کی لاگت سے 14 جننگ کے کارخانے قائم کیے جانے کا امکان ہے۔ نئے کارخانوں کا قیام حیدرآباد، سانگھڑ، نواب شاہ (بینظیر آباد) اور خیر پور اضلاع میں متوقع ہیں۔ کراچی کاٹن بروکرز فورم (KCBF) کے چیئرمین نسیم عثمان کا کہنا ہے کہ نئے کارخانوں کا قیام، کپاس کی خریداری کے لیے کارخانوں کے درمیان سخت مقابلہ کا باعث بنے گا۔ سندھ میں کپاس کی کم پیداوار کی وجہ سے جنرز کو پہلے ہی کپاس کی فراہمی میں کمی کا سامنا ہے۔ ضروری ہے کہ سندھ حکومت پہلے کپاس کی پیداوار بڑھانے پر توجہ دے اس کے بعد نئے کارخانوں کے قیام کی اجازت دی جائے۔ (ڈان، 21 اپریل، صفحہ 11)

- مکئی

مونسانٹو پاکستان نے پنجاب میں مکئی کی پیداوار کرنے والے اہم اضلاع میں ''دی کاب نمبردار'' نامی ایک سفارتکار کسان پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ پروگرام مکئی کے ہر اہم پیداواری علاقے میں مثالی کسانوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تاکہ یہ کسان اپنی کسان برادری میں اچھے کاشتکاری طریقوں کے فروغ کے لیے

تبدیلی لانے والے کسان (چینج ایجنٹ) کا کردار ادا کریں۔ صوبہ پنجاب میں زیادہ تر چھوٹے کسان ہیں جن کے پاس ضروری زرعی معلومات تک رسائی محدود ہے۔ اس پروگرام کا مقصد ہے کہ کسانوں کے اجتماعی تجربے اور سفارتکار کسان کے ذریعے مکئی کی کاشت کے ہر اہم علاقے میں کسان برادری کو فصل سے متعلق معلومات فراہم کی جائیں۔ یہ سفارتکار کسان صحت مند اور منافع بخش فصل کے لیے جدید زرعی ٹیکنالوجی اور معلومات کی فراہمی کے لیے اپنا مثبت اثر و رسوخ کسان ساتھیوں میں استعمال کریں گے اور ان میں آگاہی میں اضافہ کریں گے۔ یہ پروگرام اب تک سات اضلاع بشمول اوکاڑہ، پاکپتن، ساہیوال، چنیوٹ، ویہاڑی، قصور، خانیوال میں شروع کیا گیا ہے اور 500 سے زیادہ کسان سفارتکاروں کو دی کاب نمبردار منتخب کیا گیا ہے۔ مونسانٹو کا یہ پروگرام ملک بھر میں چھوٹے کسانوں تک کمپنی کی رسائی کو بہتر بنانے، انہیں جدید ٹیکنالوجی تک رسائی اور زرعی معلومات فراہم کرنے کے منصوبے کا ایک حصہ ہے۔

(بزنس ریکارڈر، 2 فروری، صفحہ 13)

- گنا

حکومت سندھ اور کسان تنظیموں کے درمیان گنے کی کرشنگ اور اس کی قیمت کے حوالے سے ہونے والی ملاقات بغیر کسی نتیجے کے ختم ہوگئی ہے۔ تاہم سندھ کے گنا کمشنر کی جانب سے 26 شوگر ملوں کو کرشنگ بند کرنے پر اظہار وجوہ کا نوٹس جاری کردیا گیا ہے۔ سندھ آباد گار اتحاد کے رہنما نواب زبیر تالپور اور دیگر کسان تنظیموں کی جانب سے کمشنر کے پاس شکایت درج کرانے پر ملوں کو نوٹس جاری کیے گئے۔ صوبے کی کل 38 میں سے 26 شوگر ملوں نے اچانک گنے کی کرشنگ بند کردی تھی کیونکہ ملیں گنے کی مقررہ سرکاری قیمت 182 روپے فی من، یہاں تک کے سندھ ہائیکورٹ کے حکم کے مطابق 172 روپے فی من قیمت بھی دینے سے قاصر ہیں۔ اس حوالے سے شوگر ملوں کا کہنا ہے کہ ان کے لیے یہ زیادہ بہتر ہے کہ وہ اپنی ملیں بند کردیں بجائے اس کے کہ وہ گنے کی کم قیمت دے کر عدالتی حکم کی خلاف ورزی کریں۔ کسان تنظیموں پر مشتمل کمیٹی نے کہا ہے کہ اگر ملوں نے کرشنگ کا آغاز نہیں کیا تو وہ آٹھ جنوری کو احتجاجی دھرنا دیں گے۔ (ڈان، 2 جنوری، صفحہ 19)

وزیر خوراک پنجاب بلال یاسین نے کہا ہے کہ گنے کی کرشنگ ختم ہونے تک متعلقہ حکام اور صوبائی وزیر مسلسل شوگر ملوں کا دورہ کرتے رہیں گے اور کسانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ہر قدم اٹھایا جائے گا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی خصوصی ہدایت پر وزیر خوراک نے فیصل آباد اور ٹھنڈیاں والا میں تین شوگر ملوں میں گنے کی خریداری کے مراحل کا معائنہ کیا۔ صوبائی وزیر نے ضلعی انتظامیہ اور مل انتظامیہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ ناپ تول کے معیار پر سختی سے عمل کرائیں۔ (بزنس ریکارڈر، 2 جنوری، صفحہ 7)

وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن نے صوبائی حکومتوں کو کہا ہے کہ وہ کاشتکاروں سے سرکاری نرخ 180 روپے فی من پر گنے کی خریداری یقینی بنائیں۔ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ شوگر کنٹرول ایکٹ 1950 کے تحت صوبائی حکومتیں گنے کی قیمت مقرر کرنے اور اس پر عمل درآمد کرانے کی ذمہ دار ہیں۔ اس کے علاوہ صوبائی حکومتیں گنے کی کرشنگ وقت پر شروع کروانے کے لیے تمام تر اقدامات کرنے کی بھی ذمہ دار ہیں تاکہ کاشتکاروں کو فصل کی زیادہ سے زیادہ قیمت کی ادائیگی کو یقینی بنایا جاسکے۔ سندھ میں گنے کے کاشتکار کئی سالوں سے مسائل کا شکار ہیں کیونکہ انہیں فصل کی مناسب قیمت نہیں ملتی۔ وفاقی وزیر نے مزید کہا کہ رواں موسم میں گنے کی پیداوار 85 ملین ٹن ہونے کی توقع ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 جنوری، صفحہ 10)

ایک خبر کے مطابق کمشنر میرپور خاص شفیق احمد مہیسر نے میرپور خاص ڈویژن کی چار شوگر ملوں کے افسران سے ملاقات کے بعد صحافیوں کو بتایا ہے کہ افسران نے وعدہ کیا ہے کہ چاروں شوگر ملیں 24 سے 48 گھنٹوں میں سندھ ہائی کورٹ کے احکامات کے مطابق کرشنگ کا آغاز کردیں گی۔ تاہم اس حوالے سے اب تک باضابطہ طور پر کوئی اعلامیہ جاری نہیں کیا گیا ہے۔ (ڈان، 6 جنوری، صفحہ 19)

سپریم کورٹ نے تحریک انصاف کے رہنما جہانگیر ترین کی جے ڈی ڈبلیو (JDW) شوگر مل کو عدالت میں

اپنی پیشکش جمع کروانے کی ہدایت کی ہے جس میں یہ وضاحت پیش کی جائے کہ مل کس طرح اپنے علاقے سے گنے کی پوری فصل سرکاری قیمت 180 روپے فی من پر خریدے گی۔ بصورت دیگر عدالت لاہور ہائی کورٹ کے حکم پر بند ہونے والی ملوں کو کرشنگ شروع کرنے کی اجازت دینے پر غور کرے گی۔ عدالت نے اگلی سماعت پر جہانگیر ترین کو خود عدالت میں پیش ہونے کا حکم بھی دیا ہے۔ چیف جسٹس میاں ثاقب نثار نے مزید کہا کہ ''وہ اس وقت تک یومیہ بنیادوں پر اپنے کمرے میں اس مقدمے کی سماعت کریں گے جب تک جے ڈی ڈبلیو شوگر مل کی جانب سے گنے کی تمام فصل نہیں خرید لی جاتی۔ گنے کی خریداری پر 500 ملین سے ایک بلین روپے تک لاگت آئے گی جو اعتزاز احسن کے موکل (جہانگیر ترین) کے لیے معمولی رقم ہے۔'' (ڈان، 11 جنوری، صفحہ 16)

سندھ ہائی کورٹ نے کاشتکاروں اور مل مالکان کے درمیان گنے کی قیمت پر پائے جانے والے تنازعہ کے معاملے پر 15 جنوری سے یومیہ بنیادوں پر سماعت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ گنے کے کاشتکاروں نے حکومت سندھ کی مقرر کردہ قیمت 182 روپے فی من سے کم قیمت ادا کیے جانے پر گزشتہ ماہ عدالت سے رجوع کیا تھا۔ عدالت نے 23 دسمبر کو شوگر ملوں کو فی من ''گنے کی قیمت 172 روپے ادا کرنے اور بقیہ رقم 10 روپے فی من عدالت میں جمع کرانے کا حکم دیا تھا''۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 12 جنوری، صفحہ 4)

سندھ ہائی کورٹ نے شوگر مل مالکان کو ہدایت کی ہے کہ وہ اگلے حکم تک کاشتکاروں سے 172 روپے فی من قیمت پر گنا خریدیں۔ عدالت نے حکومت کو ہدایت کی ہے کہ وہ دو دن میں تمام شراکت داروں اور گنا کمشنر کے ساتھ ایک اجلاس منعقد کرے اور ایک ہفتے کے اندر گنے کی قیمت کا اعلامیہ جاری کرے۔ کاشتکاروں کے مطابق ملوں نے 130 روپے فی من سے زیادہ قیمت دینے سے انکار کردیا ہے۔ (ڈان، 17 جنوری، صفحہ 19)

سندھ حکومت شوگر مل مالکان اور کاشتکاروں کے درمیان سال 18-2017 کے لیے گنے کی قیمت پر اتفاق پیدا کرنے میں ناکام ہوگئی ہے۔مل مالکان نے 172 روپے فی من گنے کی قیمت ادا کرنے سے انکار کردیا ہے جبکہ کاشتکاروں کا کہنا ہے کہ وہ ملوں کی جانب سے دائر کردہ درخواست پر سندھ ہائی کورٹ کی مقرر کردہ قیمت 172 روپے فی من بھی قبول نہیں کرسکتے۔سیکریٹری زراعت سندھ کا کہنا ہے کہ معاملے پر پیش رفت نہیں ہوسکتی کیونکہ دونوں فریق اپنے موقف پر قائم ہیں۔ (ڈان، 24 جنوری، صفحہ 19)

سندھ ہائی کورٹ نے صوبہ سندھ کے شوگر مل مالکان کو ہدایت کی ہے کہ وہ کاشتکاروں سے 160 روپے فی من قیمت پر گنا خریدیں۔ جسٹس عقیل احمد عباسی کی سربراہی میں بینچ نے کاشتکاروں اور مل مالکان کے درمیان گنے کی قیمت کے حوالے سے مقدمے کی سماعت کی۔ سماعت کے دوران ملوں کی جانب سے کہا گیا کہ وہ گنا 140 روپے فی من سے زیادہ قیمت پر نہیں خرید سکتے جس پر کاشکاروں کے وکیل کا کہنا تھا کہ ملیں اس سے پہلے کسانوں کو 162 روپے فی من گنے کی قیمت کی پیشکش کرچکی ہیں۔ کاشتکاروں کی جانب سے درخواست کی گئی تھی کہ عدالت یہ یقینی بنائے کہ ملیں اسی قیمت پر گنا خریدیں جس کی وہ پہلے پیشکش کرچکی ہیں۔ (ڈان، 31 جنوری، صفحہ 19)

ضلع بدین میں فعال تمام شوگر ملوں کی جانب سے سندھ ہائی کورٹ کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی جاری ہے۔ سندھ ہائی کورٹ نے مل مالکان کو گنے کی قیمت 160 روپے فی من ادا کرنے کی ہدایت کی تھی لیکن مل مالکان 130 روپے فی من قیمت ادا کررہے ہیں۔ کھوسکی سے تعلق رکھنے والے کاشتکار خلیل احمد بھرگڑی کا کہنا ہے کہ ایک طرف تو مل مالکان گنا 130 روپے فی من خرید رہے ہیں دوسری طرف ملیں رقم کی ادائیگی کے لیے کوئی مخصوص وقت بھی مقرر نہیں کررہی ہیں۔ اس کے علاوہ ملیں مختلف بہانوں سے گاڑی پر لدے گنے کے کل وزن سے 30 فیصد کٹوتی کررہی ہیں۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ کئی کسان تنظیموں کے رہنما حکمران جماعت کی طرفداری کرتے ہوئے شوگر ملوں کے نمائندے کے طور پر کام

کرر ہے ہیں۔ (ڈان، 5 فروری، صفحہ 17)

کسانوں کی جانب سے مظفر گڑھ میں واقع حسیب شوگر مل، بھاولپور میں واقع اتفاق شوگر مل اور رحیم یار خان میں واقع چودھری شوگر مل کو پھر سے کھولنے کے لیے دائر کردہ درخواست کی سماعت کے دوران چیف جسٹس پاکستان میاں ثاقب نثار نے کہا ہے کہ عدالت کے حکم پر بند کی گئی شوگر ملیں دوبارہ نہیں کھولی جائیں گی البتہ شوگر ملوں کو کہا جاسکتا ہے کہ وہ کسانوں کے نقصان کی تلافی کریں۔ درخواست میں کسانوں کو موقف تھا کہ اگر بند کی گئی شوگر ملوں کو چلانے کی اجازت نہ دی گئی تو ان کی گنے کی فصل ضائع ہو جائے گی۔ عدالت نے یہ درخواست رد کرکے دیگر پانچ شوگر مل مالکان کو ہدایت کی ہے کہ وہ کسانوں سے گنا خریدیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 فروری، صفحہ 3)

سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے رواں موسم میں صوبوں کی جانب سے گنے کی مقرر کردہ امدادی قیمت پر عمل درآمد نہ کرائے جانے پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ سینیٹر مظفر حسین شاہ کی زیر صدارت ہونے والے اجلاس میں یہ بات سامنے آئی کہ سندھ ہائی کورٹ کی جانب سے گنے کی قیمت 160 روپے فی من مقرر کی گئی تھی جس پر اب تک عمل درآمد نہیں ہوسکا۔ ان حالات میں گنے کی کاشت بری طرح متاثر ہوگی اور کسان دیگر فصلوں کی کاشت کی طرف راغب ہوں گے جس سے ملک میں چینی کا شدید بحران پیدا ہوسکتا ہے۔ کمیٹی نے صوبوں اور وفاق سے کسانوں کے حقوق کے تحفظ اور گنے کی قیمت مقرر کرنے کا مناسب طریقہ کار تیار کرنے کی سفارش کی ہے تاکہ کسان گنے کی جائز قیمت حاصل کرسکیں۔ کمیٹی نے صوبائی حکومتوں کو کہا ہے کہ وہ گنا کمشنروں کے ذریعے گنے کی امدادی قیمت پر عمل درآمد کروائیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 مارچ، صفحہ 13)

سندھ آبادگار اتحاد کے صدر نواب زبیر تالپور نے ایک پریس کانفرنس میں شوگر ملوں کی جانب سے کسانوں کو

سندھ ہائی کورٹ کے احکامات کے مطابق گنے کی قیمت ادا نہ کیے جانے کی مزمت کی ہے۔ اتحاد کے صدر کا کہنا تھا کہ سندھ حکومت نے بھی اس معاملے کو سنجیدگی سے نہیں لیا جس کے نتیجے میں کسانوں کو نقصان ہورہا ہے۔ سندھ حکومت نے 18-2017 کے لیے گنے کی امدادی قیمت 182 روپے فی من مقرر کی تھی لیکن حکومت اس اعلامیہ پر عمل درآمد میں ناکام ہوئی۔ ملوں نے حکومتی اعلامیہ کے خلاف عدالت سے رجوع کیا جس پر عدالت نے 160 روپے فی من گنے کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیا لیکن مل مالکان نے عدالتی احکام پر بھی عمل درآمد نہیں کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس وقت ملیں کسانوں کو 130 روپے فی من گنے کی قیمت ادا کررہی ہیں جو سندھ ہائی کورٹ کے احکام کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ (ڈان، 13 مارچ، صفحہ 19)

ایک خبر کے مطابق ملک بھر میں شوگر ملوں کی جانب سے مقرر کردہ سرکاری قیمت پر گنا نہ خریدنے کی وجہ سے کسانوں کو اب تک 66 بلین روپے سے زیادہ کا نقصان ہوا ہے۔ اس سلسلے میں وزیراعظم کی زیر صدارت ہونے والے CCI (سی سی آئی) کے اجلاس میں وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن کا کہنا تھا کہ جنوبی پنجاب میں ایک یا دو شوگر ملوں کے علاوہ کوئی بھی مل حکومت کی مقرر کردہ قیمت پر گنا نہیں خرید رہا ہے۔ ملیں کسانوں سے 120 سے 130 روپے فی من گنا خرید رہی ہیں جبکہ کسان سے رسید پر دستخط 180 روپے فی من قیمت پر لیے جارہے ہیں۔ اکثر ملیں کسانوں کو رسید ادا ہی نہیں کررہیں اور متبادل کے طور پر بغیر چھپی رسید کسانوں کو دی جارہی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 مارچ، صفحہ 3)

چینی کے مل مالکان کی جانب سے کاشتکاروں کو گنے کی قیمت ادا نہ کرنے اور ادائیگی میں تاخیر کے معاملے پر ازخود نوٹس کی سماعت کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے تمام مل مالکان کو ذاتی حیثیت میں عدالت کے سامنے پیش ہونے کا حکم دیا ہے۔ چیف جسٹس ثاقب نثار کی سربراہی میں تین رکنی بینچ نے مل مالکان کو 26 اپریل کو اسلام آباد میں پیش ہوکر اپنا موقف واضح کرنے کی ہدایت کی ہے۔ (ڈان، 25 اپریل، صفحہ 3)

سپریم کورٹ نے تمام شوگر ملوں کو پانچ ہفتوں کے اندر کسانوں کے بقایاجات ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ چیف جسٹس ثاقب نثار کی سربراہی میں تین رکنی بینچ نے کسانوں کی جانب سے بقایاجات ادا نہ کیے جانے کی شکایت پر کئی مل مالکان کو ذاتی حیثیت میں عدالت طلب کیا تھا۔ جے ڈی ڈبلیو شوگر مل کے جہانگیر ترین، رمضان شوگر مل کے سلمان شہباز اور گلف شوگر مل کے مالک میاں عامر محمود بھی عدالت کے سامنے پیش ہونے والے مالکان میں شامل ہیں۔ باری باری تمام مل مالکان عدالت میں پیش ہوئے جنہیں عدالت کی جانب سے ہدایت کی گئی کہ وہ پانچ ہفتوں میں کسانوں کے تمام بقایاجات ادا کریں۔ (ڈان، 27 اپریل، صفحہ 3)

- زیتون

پارک نے بلوچستان میں 120,000 زیتون کے درخت لگائے ہیں۔ چیئرمین پارک ڈاکٹر یوسف ظفر کا کہنا ہے کہ 60,000 زیتون کے پودے مقامی نرسریوں میں تیار کیے گئے ہیں اور بقیہ 60,000 اٹلی سے درآمد کیے گئے ہیں۔ زیتون کے درخت کل 14,000 ایکڑ زمین پر کاشت کیے جائیں گے۔ زیتون کا تیل کشید کرنے کے لیے 2.25 بلین روپے کی لاگت سے کوئٹہ میں ایک کارخانہ بھی قائم کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ پارک نے تربت اور لسبیلہ میں 300 ملین روپے کی لاگت سے دو مراکز بھی قائم کیے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 23 فروری، صفحہ 20)

اشیاء

- آٹا

ایک خبر کے مطابق مسابقتی کمیشن (CCP) نے PFMA (پی ایف ایم اے) کو بظاہر مسابقتی اصولوں کی خلاف ورزی کرنے اور آٹے کی قیمت مقرر کرنے پر اظہار وجوہ کا مراسلہ جاری کیا ہے۔ کمیشن نے اس خبر پر کارروائی کا آغاز کیا جس میں کہا گیا تھا کہ پی ایف ایم اے اور اس کے اراکین نے 2015 اور

2016 میں گندم، آٹا اور اس سے حاصل ہونے والی دیگر اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کیا تھا۔ کمیشن نے پی ایف ایم اے کے دفتر کی چھان بین کی ہے اور متعلقہ دستاویزات بھی قبضے میں لے لیے ہیں۔ (ڈان، 9 مارچ، صفحہ 11)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مال مویشی

حکومت سندھ نے جانوروں کے حقوق کے تحفظ اور انہیں ہر طرح کی بدسلوکی سے بچانے کے لیے ایک قانون متعارف کروانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں سندھ کابینہ نے 30 دسمبر، 2017 کو ایک مسودے (Sindh Welfare and Prevention of Cruelty to Animal Act, 2017) کی منظوری دی ہے۔ مجوزہ قانون کے تحت جانوروں کو اچھی متناسب نشو ونما، مناسب رہائش اور بدسلوکی سے پاک ماحول کا حق حاصل ہوگا۔ مجوزہ قانون کے مطابق کسی بھی جانور کو قتل کرنے، پیٹنے، لات مارنے، زیادہ سامان لادنے، جسمانی اذیت دینے، طیش دلانے یا حراساں کرنے کو غیر قانونی تصور کیا جائے گا۔ وزیر مال مویشی سندھ محمد علی ملکانی کے مطابق جانوروں کو تنگ سواریوں میں منتقل کرنا، جانوروں کی لڑائی کروانا یا انہیں زہریلی چیز کھلانا بھی قابل سزا جرم ہوگا۔ اس قانون کی خلاف ورزی پر کم از کم تین ماہ اور زیادہ سے زیادہ تین سال قید کی سزا دی جاسکے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 جنوری، صفحہ 14)

چیئرمین آل پاکستان میٹ ایکسپورٹرز اینڈ پروسیسرز ایسوسی ایشن (APMEPA) نصیب احمد سیفی نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ مویشیوں کی برآمد اور ان کی ایران اور افغانستان کو بڑھتی ہوئی غیر قانونی فروخت پر توجہ دے جو ملک میں گوشت کی قیمت میں اضافے کی وجہ ہے اور مقامی گوشت کی صنعت اور برآمد کنندگان کو متاثر کررہی ہے۔ چیئرمین نے دعویٰ کیا کہ یومیہ بنیادوں پر تقریباً 300 ٹرالر چمن اور تفتان سرحد کے ذریعے افغانستان اور ایران غیر قانونی طور پر برآمد کیے جارہے ہیں۔ ایرانی تاجر ملتان اور

بھاولپور کی مویشی منڈیوں میں خریداری کے لیے آتے ہیں اور پیشگی ادائیگی پر مقامی تاجر مطلوبہ مقام تک مویشی پہنچادیتے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 6 فروری، صفحہ 5)

ضلع مردان میں انجمن کاشتکاران نے محکمہ مال مویشی کے دفتر کی 22 کنال زمین پر کھیل کا میدان بنانے کے صوبائی حکومت کے فیصلہ کو مسترد کردیا ہے۔ کسانوں کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے رہنماؤں کا کہنا تھا کہ صوبائی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ محکمہ مال مویشی کے دفتر کو منہدم کرکے اس پر کھیل کا میدان تعمیر کیا جائے گا جس کی کسان مزمت کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ کسانوں کو مراعات فراہم کی جائیں صوبائی حکومت نے کسان دشمن فیصلے شروع کردیے ہیں۔ محکمہ مال مویشی کا یہ دفتر ضلع کے 85 فیصد کسانوں کو سہولیات فراہم کرتا ہے۔ کسانوں نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت کھیل کا میدان کسی اور کھلے مقام پر تعمیر کرے بجائے اس کے کہ محکمہ مال مویشی کا دفتر منہدم کیا جائے۔ (بزنس ریکارڈر، 16 فروری، صفحہ 12)

- ڈیری

سپریم کورٹ نے منڈی میں دستیاب تمام کمپنیوں کے ڈبہ بند دودھ کے نمونے جمع کرنے اور ان کی پاکستان کونسل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (PCSIR) سے جانچ کرانے کا حکم دیا ہے۔ چیف جسٹس ثاقب نثار کی سربراہی میں تین رکنی بینچ نے صوبہ سندھ میں ڈبہ بند دودھ کی پیداوار، اس کی عمل کاری (پرسسنگ) سے متعلق دائر کردہ درخواست کی سماعت کے دوران یہ حکم جاری کیا۔ دوران سماعت چیف جسٹس نے کہا کہ ”یہ (ڈبہ بند) دودھ نہیں ہے یہاں تک کہ یہ دودھ کا متبادل بھی نہیں ہے“۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 جنوری، صفحہ 5)

قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے بین الصوبائی رابطہ کے سیکریٹری پنجاب لائیو اسٹاک اینڈ ڈیری ڈیولپمنٹ بورڈ (PLDDB) نسیم صادق نے انکشاف کیا ہے کہ دودھ کے کارخانوں میں اوسطاً ایک ٹرک تازہ دودھ

سے عمل کاری (پروسیسنگ) کے بعد 14 ٹرک دودھ تیار کیا جاتا ہے۔ تازہ دودھ میں چربی کی مقدار چھ فیصد جبکہ ڈبہ بند دودھ میں یہ مقدار تین فیصد ہوتی ہے۔ کمپنیوں کو خشک دودھ تیار کرنے کے لیے اجازت نامے (لائسنس) فراہم کیے گئے تھے لیکن 20 سے زائد کمپنیاں خشک دودھ کے بجائے چائے کو سفید کرنے والا محلول (ٹی وائٹنر) بنا رہی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ زیادہ تر خشک دودھ بھارت سے درآمد کرکے فروخت کیا جارہا ہے۔ مقامی دودھ پر زرتلافی اور درآمدی دودھ پر محصولات میں اضافہ کیا جانا چاہیے۔ اس طرح کے اقدامات سے مویشیوں کی آبادی کو محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ ماضی میں مال مویشی شعبے کی ترقی کے لیے امریکی اور آسٹریلوی طرز پیداوار اپنائے گئے لیکن یہ دیکھا گیا ہے کہ یہاں صرف مقامی طریقے ہی کامیاب ہوسکتے ہیں۔ پاکستان میں بھیڑوں کی تقریباً 200 نسلیں پائی جاتی ہے اور ہر 150 کلومیٹر کے بعد بھینس اور گائے کی نئی نسل دیکھی جاسکتی ہے۔ ملک کی 46 فیصد آبادی کے پاس مال مویشی موجود ہیں جن کی دیکھ بھال کرنے والوں میں 95 فیصد عورتیں ہیں۔ اگر ان عورتوں کو تربیت دی جائے تو مال مویشی شعبے میں بہتری آسکتی ہے۔ (ڈان، 14 اپریل، صفحہ 4)

PLDDB (پی ایل ڈی ڈی بی) کی سربراہ سائرہ افتخار نے صحافیوں سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ خالص اور سستا دودھ فراہم کرنے کے لیے دودھ فراہم کرنے والی پہلی خودکار مشین (آٹو میٹڈ ڈسپنسر یونٹ) کا اگلے ماہ سے آغاز کیا جارہا ہے۔ یہ مشین پاکستان میں ہی 600,000 روپے کی لاگت سے تیار کی گئی ہے۔ سرگودھا کے قریب ساہیوال نسل کی گائیوں کے افزائشی فارم سے حاصل ہونے والا 2,000 لیٹر دودھ لاہور کی ایک منڈی میں 75 روپے فی لیٹر قیمت پر فروخت کیا جائے گا۔ صارفین خود اس مشین سے قیمت ادا کرنے کے بعد دودھ کو پیک ہوتا دیکھ سکیں گے۔ اس دودھ میں چار فیصد چکنائی اور 3.6 فیصد لحمیات (پروٹین) شامل ہوں گے جس پر اے ۔ 2 کا لیبل چسپاں ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 اپریل، صفحہ 13)

ماہی گیری

حکومت پاکستان نے پاکستانی جیلوں میں قید 457 بھارتی شہریوں کی فہرست بھارتی ہائی کمیشن کے حوالے کردی ہے۔ اس فہرست میں 399 ماہی گیر شامل ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان 146 بھارتی ماہی گیروں کو اگلے کچھ دنوں میں رہا کررہا ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان 21 مئی، 2008 کو ایک معاہدہ طے پایا تھا جس کی رو سے دونوں ممالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر سال یکم جنوری اور یکم جولائی کو ایک دوسرے کے قیدیوں کی فہرست کا تبادلہ کریں۔ تاہم بھارتی حکومت کی جانب سے نئی دہلی میں پاکستانی ہائی کمیشن کو پاکستانی قیدیوں کی فہرست فراہم کرنا ابھی باقی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 2 جنوری، صفحہ 3)

پاکستانی حدوددد میں شکار کرنے والے 17 بھارتی ماہی گیروں کو پاکستان میری ٹائم سیکیورٹی ایجنسی (PMSA) نے گرفتار کرلیا ہے۔ ماہی گیروں کی تین کشتیاں بھی قبضے میں لے لی گئی ہیں۔ تمام ماہی گیروں کو مزید قانونی کارروائی کے لیے پولیس کے حوالے کردیا گیا ہے۔ گرفتار ہونے والے بیشتر ماہی گیروں کا تعلق بھارتی ریاست گجرات سے ہے۔ (ڈان، 20 جنوری، صفحہ 17)

حیدرآباد میں ماہی گیروں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم نے سندھ میں عالمی اداروں سے کیے گئے وعدوں کی روشنی میں تازہ پانی کی جھیلوں اور آبی وسائل پر قبضے کے خاتمے کے لیے ایک مزاکرے کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر مقررین کا کہنا تھا کہ پانی کی یہ جھیلیں دریائے سندھ میں صدیوں سے متواتر رونما ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجے میں وجود میں آئی ہیں۔ سندھ حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق اس وقت ایسی 1,200 جھیلیں موجود ہیں جن میں سے زیادہ تر بااثر افراد کے قبضے میں ہیں۔ مقررین نے حکومت سندھ سے مطالبہ کیا کہ آبی وسائل اور دلدلی علاقوں کے تحفظ پر مبنی رامسر کنونشن کی پاسداری کی جائے جس پر پاکستان نے 20 نومبر، 1976 کو دستخط کیے تھے۔ مقررین کا مزید کہنا تھا کہ ضیاء دور میں سندھ فشری آرڈننس 1980 نافذ کرکے ذوالفقار علی بھٹو حکومت کے ماہی گیروں کے لیے

لائسنس کے نظام کو ختم کر دیا گیا تھا۔ ماہی گیروں کو اس ٹھیکیداری نظام کے خاتمے کے لیے طویل جدوجہد کرنی پڑی اور 2007 میں ماہی گیر ٹھیکیداری نظام کے خاتمے میں کامیاب ہوئے، لیکن جھیلوں پر قبضہ اب بھی جاری ہے۔ (ڈان، 3 فروری، صفحہ 19)

سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی نے ایک پریس ریلیز میں دعویٰ کیا ہے کہ نمکین پانی سے فصلوں کی کاشت کے کامیاب تجربے کے بعد کمپنی نے نمکین پانی میں مچھلیوں کی افزائش کا کامیاب تجربہ کیا ہے۔ یہ تجربہ 180 میٹر گہری کوئلے کی کان سے نکلنے والے نمکین پانی میں کیا گیا ہے۔ کمپنی نے بغیر کسی مالی فائدے کے یہ آبی ذخیرہ مقامی آبادی کے لیے مختص کرنے کا عزم ظاہر کیا ہے جس سے منڈی میں فروخت کے قابل مچھلی حاصل ہوسکے گی۔ کمپنی کے سربراہ ابوالفضل رضوی کے مطابق آزمائشی طور پر مچھلی کی پانچ اقسام موراکھی، رہو، تھیلی، کریرو، گلفام، افریقن کیٹ فش اور ڈانگری کی چھوٹے تالاب میں پرورش کی گئی تھی۔ کمپنی کا گرانو میں نمکین پانی کے ذخائر میں بڑے پیمانے پر ماہی پروری کا منصوبہ ہے۔ کان سے نکالے گئے پانی میں نمکیات اور دیگر اجزاء کی مقدار (ٹوٹل ڈیزالو سالڈ) 5,000 زرات فی ملین (پارٹس پر ملین) ہے جس میں آزمائشی طور پر مچھلیاں پالی گئیں۔ گزشتہ چار ماہ میں اس پانی میں مچھلیوں کے زندہ رہنے کی شرح 90 فیصد تھی۔ کمپنی کے سربراہ کا کہنا ہے کہ نمکین پانی کے اس ذخیرے سے 200,000 کلوگرام مچھلی حاصل ہوسکتی ہے۔ پانی کے اس ذخیرے کی تعمیر کے خلاف ابتداء سے ہی احتجاجی مہم جاری ہے۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ بڑے پیمانے پر زمین سے نکالا گیا نمکین پانی کا ذخیرہ اس خطے کی ماحولیات اور مقامی لوگوں کے روزگار کے لیے تباہ کن ہے۔ (ڈان، 28 فروری، صفحہ 19)

V۔ تجارت

برآمدات

امریکی امدادی ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی (USAID) کی مدد سے 13 پاکستانی زرعی کاروباری ادارے

18 سے 22 فروری تک دبئی میں ہونے والی نمائش گلف ایکسپو 2018 میں اعلیٰ معیار کا حلال گوشت، بے موسمی سبزیاں اور کینو نمائش کے لیے پیش کریں گے۔ اس نمائش میں پاکستان کی شرکت سے ملکی زرعی برآمدات کے فروغ میں مدد ملے گی اور پاکستانی زرعی کاروبار کرنے والوں کو بین الاقوامی خریداروں اور فروخت کنندگان سے رابطوں کے مواقع میسر آئیں گے۔ USAID (یو ایس ایڈ) نے زرعی کاروبار سے وابستہ نو عورتوں کے لیے بھی چار روزہ دورے کا اہتمام کیا ہے۔ یہ عورتیں دبئی میں تھوک منڈیوں اور بڑی خوردہ فروش منڈیوں کا دورہ کریں گی تاکہ وہ عالمی منڈی میں زرعی اشیاء کے مطلوبہ معیار کے حوالے سے ضروریات کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں۔ دبئی میں ہونے والی اس نمائش میں 120 ممالک حصہ لے رہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 فروری، صفحہ 20)

متحدہ عرب امارات میں پاکستانی سفیر معظم احمد اور فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری (FPCCI) کی قائمہ کمیٹی برائے باغبانی کے چیئرمین وحید احمد کے درمیان ملاقات میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ FPCCI (ایف پی سی سی آئی) کی زیر سرپرستی پاکستان متحدہ عرب امارات میں ستمبر 2018 میں نمائش کا انعقاد کرے گا۔ پاکستانی سفیر کا کہنا تھا کہ متحدہ عرب امارات پاکستانی پھلوں، سبزیوں، گوشت اور مرغبانی کی مصنوعات کی بڑی منڈی ہے جہاں سے پاکستانی اشیاء زمینی راستے سے دیگر عرب ممالک میں بھی ترسیل کی جاتی ہیں۔ متحدہ عرب امارات کی جانب سے پاکستان کی مرغبانی مصنوعات پر عائد پابندی بھی ختم کردی گئی ہے جس سے برآمد میں اضافہ متوقع ہے۔ متحدہ عرب امارات پاکستانی کینو اور آم کی بھی بڑی منڈی ہے جس کے لیے تشہیری مہم چلائی جائے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 مارچ، صفحہ 13)

- گندم

یورپی تاجروں کے مطابق گندم کی برآمد کے لیے شروع کیے گئے زرتلافی منصوبے کے بعد پاکستان نے جنوری میں 300,000 ٹن گندم غیر ملکی خریداروں کو فروخت کیا ہے جبکہ آئندہ چند دنوں میں مزید

250,000 ٹن گندم کی برآمد کنندگان کو فروخت متوقع ہے۔ کابینہ کمیٹی نے دسمبر میں دو ملین ٹن گندم برآمد کرنے کی اجازت دی تھی جس میں سے 1.5 ملین ٹن پنجاب اور 0.5 ملین ٹن سندھ برآمد کرے گا۔
(بزنس ریکارڈر، 2 فروری، صفحہ 3)

یورپی تاجروں کے مطابق پاکستان نے گزشتہ ہفتے مزید 200,000 ٹن گندم برآمد کرنے کے لیے فروخت کیا ہے۔ حکومت کی جانب سے زرتلافی دیے جانے کے بعد جنوری سے اب تک مجموعی طور پر 700,000 ٹن گندم فروخت کیا جاچکا ہے۔ یہ گندم بنگلہ دیش، سری لنکا، مشرقی افریقہ، ویتنام، ملیشیا، متحدہ عرب امارات اور افغانستان کو فروری سے اپریل کے آخر تک برآمد ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 17 فروری، صفحہ 20)

عالمی منڈی میں گندم کی قیمت میں بہتری اور برآمدی زرتلافی میں اضافہ گندم کی برآمد میں اضافے کی وجہ ہے۔ رواں مالی سال کے ابتدائی آٹھ ماہ (جولائی تا فروری) میں 12.6 ملین ڈالر مالیت کا 65,822 ٹن گندم برآمد کیا گیا جو گزشتہ سال اسی مدت کے دوران 3,676 ٹن (0.967 ملین ڈالر) تھا۔ پی ایف ایم اے کے مرکزی چیئرمین چودھری انصر جاوید کے مطابق عالمی منڈی میں گندم کی قیمت میں پانچ فیصد اضافہ اور حکومت کی جانب سے زمینی راستے کے ذریعے برآمد پر 120 ڈالر اور سمندری راستے سے برآمد پر 169 ڈالر فی ٹن زرتلافی دینے سے برآمد کنندگان کا اعتماد بحال ہوا ہے۔ اس سال گندم کا پیداواری ہدف 26 ملین ٹن مقرر کیا گیا ہے۔ ملک میں اس وقت 6.5 سے سات ملین ٹن گندم کا ذخیرہ موجود ہے جبکہ مقامی کھپت سالانہ 23 ملین ٹن ہے۔ (ڈان، 25 مارچ، صفحہ 10)

- چاول

سینئر وائس چیئرمین رائس ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن آف پاکستان (REAP) رفیق سلیمان کے مطابق رواں مالی سال کے ابتدائی سات ماہ میں چاول کی برآمد ایک بلین ڈالر سے بڑھ چکی ہے۔ جولائی تا جنوری

2017-18 کے درمیان 2.28 ملین ٹن چاول برآمد کیا گیا ہے جبکہ گزشتہ سال اسی مدت کے دوران 1.971 ملین ٹن چاول برآمد کیا گیا تھا۔ امید ہے کہ اس سال چار ملین ٹن چاول کی برآمد کا ہدف پورا ہو جائے گا۔ (ڈان، 10 فروری، صفحہ 10)

ایک خبر کے مطابق بھارتی کمپنیاں اپنے نام سے پاکستانی چاول انڈونیشیا برآمد کرنے کی کوشش کررہی ہیں۔ REAP (ریپ) نے پاکستانی چاول کو بھارتی نام سے برآمد کرنے پر سخت تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے وزارت تجارت کو مناسب کارروائی کے لیے آگاہ کردیا ہے۔ حال ہی میں انڈونیشیا کے سرکاری ادارے نے چاول کی خریداری کے لیے مختلف ممالک کی کمپنیوں کوٹھیکہ دیا تھا جس میں بھارت بھی شامل ہے۔ برآمد کنندگان کو ایک ماہ میں چاول انڈونیشیا ترسیل کرنا ہے۔ کچھ بھارتی کمپنیوں نے وقت پر ترسیل کے لیے پاکستانی برآمد کنندگان سے چاول (اری۔ چھ) کی خریداری کے لیے رابطہ کیا ہے۔ ریپ کا کہنا ہے کہ بھارتی کمپنیوں نے بغیر چھپائی کے تھیلے کی شرط پر پاکستانی کمپنیوں سے چاول کی خریداری کے لیے رجوع کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 6 مارچ، صفحہ 5)

رواں مالی سال کے ابتدائی آٹھ ماہ کے دوران پاکستان سے چاول کی برآمد میں واضح اضافہ ہوا ہے۔ گزشتہ مالی سال کے مقابلہ میں جولائی تا فروری کے دوران چاول کی برآمد 27 فیصد تک بڑھ گئی ہے۔ پاکستان نے ابتدائی آٹھ ماہ میں گزشتہ سال 961 ملین ڈالر کے مقابلہ میں اس سال 1.224 بلین ڈالر مالیت کا (2.59 ملین ٹن) چاول برآمد کیا ہے۔ نائب چیئرمین ریپ رفیق سلیمان کا کہنا ہے کہ پاکستان اس بحران سے نکل آیا جس کا وہ گزشتہ تین سالوں سے شکار تھا۔ چاول کی برآمدات میں بہتری ملکی معیشت کے لیے نیک شگون ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 مارچ، صفحہ 5)

وزارت تجارت کے مطابق پاکستانی کمپنی انڈونیشیا کو 65,000 ٹن سفید غیر باسمتی چاول برآمد کرے گی۔ یہ

پہلا موقع ہے کہ پاکستان انڈونیشیا کو سفید چاول برآمد کرے گا۔ دونوں ممالک نے حال ہی میں ترجیحی تجارتی معاہدے پر درآمدی اور برآمدی توازن قائم کرنے کے لیے نظرثانی کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان 2013 میں ہونے والے اس ترجیحی تجارتی معاہدے کے بعد انڈونیشیا کو پاکستانی برآمدات جو 13-2012 میں 196 ملین ڈالر تھی 17-2016 میں کم ہوکر 138 ملین ڈالر ہوگئی تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 22 مارچ، صفحہ 2)

مالی سال 2018 کے ابتدائی نو ماہ میں چاول کی برآمد میں 29 فیصد اضافہ دیکھا گیا ہے۔ پاکستان نے جولائی تا مارچ 2.95 ملین ٹن چاول برآمد کیا ہے جبکہ گزشتہ سال اسی عرصے کے دوران 2.53 ملین ٹن چاول برآمد کیا گیا تھا۔ ریپ کے سینئر وائس چیئرمین رفیق سلیمان کا کہنا ہے کہ ریپ اور ٹریڈ ڈیولپمنٹ اتھارٹی آف پاکستان (TDAP) کے تعاون سے چاول کی برآمد کو بہتر بنایا گیا ہے۔ ریپ مسلسل اپنے وفود پاکستانی چاول کی تشہیر کے لیے مختلف ممالک روانہ کررہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یورپی ممالک کی جانب سے بھارت کے چاول پر جراثیم کش ادویات کے زیادہ استعمال کی وجہ سے پابندی عائد کی جارہی ہے اور پاکستانی برآمدکنندگان اس صورتحال کا فائدہ اٹھارہے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 11 اپریل، صفحہ 7)

یورپی تاجروں کے مطابق انڈونیشیا نے پاکستان سے 150,000 ٹن چاول خرید لیا ہے جسے مئی سے جولائی کے درمیان برآمد کیا جائے گا۔ نائب چیئرمین ریپ رفیق سلیمان نے اسی حوالے سے کہا ہے کہ چاول کی فروخت کے اس معاہدے سے پاکستان کو 70 ملین ڈالر کا زرمبادلہ حاصل ہوگا۔ (ڈان، 14 اپریل، صفحہ 10)

- حلال اشیاء

پاکستان بزنس مین اینڈ انٹلیکچول فورم (PBIF) کے صدر میاں زاہد حسین نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ عالمی منڈی میں حلال خوراک کی برآمد میں اضافے کے لیے اقدامات کرے۔ تاجر برادری سے بات

کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ دنیا میں حلال خوراک کی منڈی تیزی سے بڑھتی ہوئی منڈیوں میں شامل ہے کیونکہ امریکہ اور یورپ میں مسلم آبادی میں اضافے کی وجہ سے حلال اشیاء کی طلب میں واضح اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان حلال خوراک برآمد کرنے والا دنیا کا 19 واں بڑا ملک ہے۔ دنیا میں دو بلین مسلمانوں کے علاوہ 500 ملین غیر مسلم بھی حلال اشیاء استعمال کرتے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 20 اپریل، صفحہ 5)

- سمندری خوراک

پاکستان کی سمندری خوراک کی برآمد میں اضافہ سرد موسم میں مچھلی کا شکار کم ہونے کے باوجود جاری ہے۔ ہر سال سرد ہواؤں کی وجہ سے دسمبر اور جنوری میں ماہی گیری سرگرمیاں معطل ہو جاتی ہیں۔ پاکستان نے جولائی تا نومبر، 2017 میں 165.943 ملین ڈالر کی سمندری خوراک برآمد کی جو گزشتہ سال کے مقابلے 6.37 فیصد زیادہ ہے۔ ادارہ شماریات پاکستان (PBS) کے مطابق جولائی تا نومبر 2017 کے دوران سمندری خوراک کے برآمدی حجم میں 11.41 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 جنوری، صفحہ 3)

شاہد جاوید برکی انسٹی ٹیوٹ آف پبلک پالیسی (BIPP) کی سی پیک اور ملکی معیشت کے حوالے سے جاری کردہ ایک رپورٹ کے مطابق سندھ اور بلوچستان میں سی پیک سے متعلق ترقیاتی ڈھانچے کی تعمیر سے پاکستان کی سمندری خوراک کی برآمدات کو سالانہ ایک بلین ڈالر تک بڑھایا جاسکتا ہے جو اس وقت تقریباً 400 ملین ڈالر ہے۔ سمندری خوراک کی ملکی برآمد اس وقت کل عالمی برآمدات کا 0.25 فیصد ہے۔ پاکستان کی سمندری خوراک کی 30 فیصد پیداوار دنیا کے 30 ممالک کو برآمد کی جاتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 اپریل، صفحہ 20)

درآمدات

اسٹیٹ بینک کی جانب سے جاری کردہ تفصیلات کے مطابق مالی سال 2018 کے پہلے چھ ماہ میں

درآمدات کا حجم 21.3 بلین ڈالر تک پہنچ گیا ہے اور حیرت انگیز طور پر ان درآمدات کا بڑا حصہ زرعی و ڈیری مصنوعات پر مشتمل ہے جو ملک میں باآسانی دستیاب ہیں۔ ان اشیاء کی درآمد ملکی سطح پر شاہ خرچیوں کو ظاہر کرتی ہے جسے روک کر قیمتی زرمبادلہ بچایا جاسکتا ہے۔ رواں مالی سال کے ابتدائی چھ ماہ میں سبزیوں کی درآمدات پر خرچ ہونے والی رقم گزشتہ سال کے مقابلے 29 فیصد زیادہ ہے۔ پھلوں کی درآمد پر گزشتہ سال 49 ملین ڈالر کے مقابلہ میں اس سال 74.9 ملین ڈالر خرچ کیے گئے ہیں جبکہ ڈیری مصنوعات، انڈے، شہد اور دیگر خوردنی اشیاء پر 64.6 ملین ڈالر خرچ کیے گئے۔ (ڈان، 10 مارچ، صفحہ 10)

- کپاس

حکومت نے کپاس کی درآمد پر اس کی چنائی کے موسم میں پابندی عائد کرنے پر اتفاق کیا ہے تاکہ کسانوں کے لیے کپاس کی پرکشش قیمت کے حصول کو یقینی بنایا جاسکے اور اگلے سال دوبارہ کپاس کی کاشت کے لیے کسانوں کی حوصلہ افزائی ہو۔ اس سے پہلے کپڑے کی صنعت کے مسلسل مطالبہ پر موجودہ حکومت نے بغیر کسی محصول کے کپاس درآمد کرنے کی اجازت دی تھی لیکن اس سے پاکستانی کسانوں کو نقصان جبکہ بھارتی کسانوں کو فائدہ ہوا جن کی کپاس بھاری مقدار میں پاکستان نے درآمد کی۔ کپاس کے حوالے سے قائم کردہ خصوصی کمیٹی کی کابینہ میں پیش کردہ رپورٹ میں چنائی کے موسم میں کپاس کی درآمد پر پابندی کے علاوہ سیڈ ایکٹ اور پلانٹ بریڈرز رائٹس ایکٹ کے باقائدہ طور پر نفاذ اور کے پی کے اور بلوچستان میں کپاس کی پیداوار میں اضافہ کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ رپورٹ میں تجویز کیا گیا ہے کہ 2025 تک کپاس کا زیرکاشت رقبہ 2.4 ملین ہیکٹر سے بڑھا کر 3.5 ہیکٹر اور پیداواری ہدف 25 ملین گانٹھیں مقرر کیا جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 مارچ، صفحہ 13)

- خشک دودھ

وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کسانوں اور ملک کی ڈیری صنعت کے تحفظ کے لیے خشک دودھ کی درآمد

پر محصولات میں اضافے کے لیے تجاویز پر غور کررہی ہے۔ اس سلسلے میں وزارت نے کسانوں اور ڈیری کی صنعتوں سے بھی تجاویز طلب کی ہیں۔ پاکستان ڈیری ایسوسی ایشن (PDA) نے تجویز دی ہے کہ خشک دودھ کی درآمد کے لیے کوٹہ سسٹم نافذ کیا جائے۔ کوٹے کے تحت درآمد کیے گئے خشک دودھ پر درآمدی محصول (ریگولیٹری ڈیوٹی) پانچ فیصد کردیا جائے اور بغیر کوٹہ کے درآمدی خشک دودھ پر 60 فیصد محصول عائد کیا جائے۔ فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) کے اعداد و شمار کے مطابق ڈیری کی صنعت خشک دودھ (بشمول وے پاؤڈر) کی کل درآمد کا 55 فیصد استعمال کرتی ہے جبکہ 45 فیصد دیگر صنعتیں استعمال کرتی ہیں۔ PDA (پی ڈی اے) نے وزارت پر زور دیا کہ وہ مقامی کسانوں سے دودھ خریدنے والوں کو فائدہ فراہم کریں۔ مجوزہ طریقہ کار انڈونیشیا، تھائی لینڈ اور ترکی میں بھی نافذ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 14 اپریل، صفحہ 7)

ڈیری اینڈ کیٹل فارمرز ایسوسی ایشن (DCFA) کے مرکزی صدر شاکر عمر گجر نے پشاور پریس کلب پر ایک نیوز کانفرنس میں مطالبہ کیا ہے کہ حکومت فوری طور ملک میں خشک دودھ کی درآمد اور فروخت پر پابندی عائد کرے اور دودھ و گوشت کی پیداوار میں بہتری کے لیے سنجیدہ اقدامات کرے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ڈیری شعبہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے مسائل کا شکار ہے جس کی وجہ سے ڈیری فارمر اپنے مویشی قربان کرنے پر مجبور ہیں۔ اس شعبے کو درپیش مسائل کی وجہ سے ڈیری فارم کا کاروبار کرنے والے یہ پیشہ چھوڑنے پر مجبور ہورہے ہیں۔ کراچی میں تقریباً 200 ڈیری فارم مالکان دیوالیہ ہوگئے ہیں اور قریب 100 نے اپنا کاروبار سندھ سے پنجاب منتقل کردیا ہے۔ گزشتہ پانچ سالوں میں ہزاروں ٹن خشک دودھ (وے پاؤڈر اور اسکمڈ ملک پاؤڈر) درآمد کیا گیا ہے جس سے مقامی ڈیری فارم کا کاروبار کرنے والوں کے لیے خطرات بڑھ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک میں مصنوعی (سنتھیٹک) دودھ کی فروخت بھی بڑھ رہی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 اپریل، صفحہ 8)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

کھاد کمپنیاں

- فوجی فرٹیلائزر

فوجی فرٹیلائزر کمپنی (FFC) کی جانب سے جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق کمپنی نے 31 دسمبر، 2017 کو ختم ہونے والے سال میں 11.5 بلین روپے کا بعد از ٹیکس منافع حاصل کیا ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے چار فیصد کم ہے۔ گزشتہ سال کمپنی کا منافع 12.02 بلین روپے تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 31 جنوری، صفحہ 20)

- فوجی فرٹیلائزر بن قاسم

فوجی فرٹیلائزر بن قاسم لمیٹڈ (FFBL) کا بعد از ٹیکس منافع 31 دسمبر، 2017 کو ختم ہونے والے سال میں بڑھ کر 925.238 ملین روپے ہوگیا ہے جو گزشتہ سال 2016 میں 228.644 ملین روپے تھا۔ حصص بازار کو بھیجے گئے کمپنی کے منافع کے نتائج کے مطابق سال 2016 میں کمپنی کی فروخت 49.222 بلین روپے تھی جو 2017 میں بڑھ کر 64.388 بلین روپے ہوگئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 جنوری، صفحہ 3)

- اینگرو فرٹیلائزر

اینگرو فرٹیلائزر نے 31 دسمبر، 2017 کو ختم ہونے والے سال میں 11.15 بلین روپے خالص منافع کا اعلان کیا ہے جو گزشتہ سال 2016 کے مقابلے 20 فیصد زیادہ ہے۔ گزشتہ سال کمپنی نے 9.28 بلین روپے منافع کمایا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 فروری، صفحہ 20)

VII۔ بیرونی امداد

عالمی بینک

ایک مضمون کے مطابق حکومت پنجاب نے زرعی شعبہ میں اصلاحات کے لیے حال ہی میں عالمی بینک

سے 300 ملین ڈالر قرض کی سہولت حاصل کی ہے۔ زرعی منڈی کے استحکام و دیہات میں اصلاحات کے اس منصوبہ کے تحت قرض کے حصول کے لیے 13 اہداف مقرر کیے گئے ہیں جن سے نہ صرف دیہی معیشت متاثر ہوگی بلکہ ان اہداف نے کسانوں اور صارفین میں تشویش کی لہر پیدا کردی ہے۔ ان اہداف میں سال 2019 میں ربیع کے موسم سے سرکاری سطح پر گندم کی خریداری اور دودھ و گوشت کی قیمتوں پر سے سرکاری اختیار کا خاتمہ شامل ہے۔ وفاقی وزارت خزانہ کے ایک افسر کا کہنا ہے کہ انہوں نے عالمی بینک سے اس قرض کے معاہدہ کی مخالفت کی تھی جس کے تحت پنجاب حکومت 50 ملین ڈالر کی پہلی قسط وصول کرچکی ہے۔ سرکاری حکام کے مطابق پنجاب حکومت عالمی بینک کے اس قرض کی شرائط عوام سے چھپارہی ہے کیونکہ اس پر آنے والا ردعمل اگلے عام انتخابات پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔ یہ خدشہ ہے کہ سرکاری سطح پر 150 بلین روپے کی گندم کی خریداری روک دینے سے اجناس کی منڈی متاثر ہوگی جبکہ دیہی معیشت پر اس کے خوفناک اثرات مرتب ہوں گے۔ پاکستان کسان اتحاد کے صدر خالد محمود کھوکھر کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ حکومت پنجاب کی جانب سے گندم کی خریداری کے عمل سے دستبرداری غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کی حکومتی آئینی ذمہ داری کی خلاف ورزی ہے۔ کسان بورڈ پاکستان کے سابق صدر سردار ظفر حسین کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ کھلی منڈی میں (قیمت کے حوالے سے) غیر یقینی کیفیت اور زیادہ پیداواری لاگت کی وجہ سے کسان گندم کی کاشت روک دیں گے۔ گندم کی کمی کے نتیجے میں قیمت بڑھنے سے صارفین متاثر ہوں گے۔ دنیا بھر میں حکومتیں عوام کے لیے کچھ بنیادی غذائی اشیاء کا حصول یقینی بنانے کے لیے زرتلافی سمیت دیگر طریقے استعمال کرتی ہیں اور صارفین کو کھلی منڈی کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جاتا۔

(امجد محمود، ڈان، 5 مارچ، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ سے عالمی بینک کے وفد کی ملاقات کے دوران بینک نے اصولی طور پر سکھر بیراج کی مرمت و بحالی کے لیے قرض فراہم کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے اور منصوبے کی باضابطہ منظوری کے لیے سندھ حکومت کو منصوبے کے ابتدائی تخمینے پر مبنی رپورٹ جمع کروانے کے لیے کہا ہے۔ اس منصوبہ کی لاگت 16.256 بلین روپے ہوگی جو چار سال میں مکمل ہوگا۔ وزیر اعلیٰ سندھ نے کہا ہے کہ

منصوبہ کا ابتدائی تجزیاتی مطالعہ (فزیبلیٹی رپورٹ) اور منصوبہ کے ماحولیاتی اثرات کا جائزہ لینے کے لیے کھلی کچہری کا انعقاد بھی کیا جاچکا ہے۔ (ڈان، 14 مارچ، صفحہ 17)

ایشیائی ترقیاتی بینک

پاکستان اور اے ڈی بی نے پنجاب میں آبپاشی نظام کو بہتر بنانے اور نجی و سرکاری شراکت داری کو فروغ دینے کے لیے 375 ملین ڈالر قرض کے دو معاہدوں پر دستخط کیے ہیں۔ 275 ملین ڈالر لاگت کے جلال پور آبپاشی منصوبہ کے تحت جہلم اور خوشاب اضلاع میں نہری نظام تشکیل دیا جائے گا جس کے لیے دریائے جہلم کا پانی رسول بیراج کے مقام سے حاصل ہوگا۔ منصوبہ سے 68,000 ہیکٹر کم پیداوار دینے والی بارانی زمین کو آبپاشی نظام کی سہولت حاصل ہوگی جس سے 384,000 افراد کو فائدہ پہنچے گا۔ 100 ملین ڈالر کے نجی و سرکاری شراکت داری کو فروغ دینے کے اس منصوبے سے مختلف شعبہ جات میں ترقیاتی منصوبوں کو استحکام حاصل ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 14 اپریل، صفحہ 20)

امریکی امداد

نومنتخب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایک ٹوئیٹ کے ذریعے پاکستان کو خبردار کیا ہے کہ ''امریکہ نے گزشتہ 15 سالوں میں احمقانہ طور پر پاکستان کو 33 بلین ڈالر سے زیادہ امداد دی جبکہ پاکستان نے امریکی رہنماؤں کو بیوقوف سمجھتے ہوئے سوائے جھوٹ اور فریب کے کچھ نہیں دیا۔ پاکستان دہشتگردوں کو پناہ دیتا ہے جن سے امریکہ افغانستان میں لڑ رہا، اب اور نہیں! (ڈان، 2 جنوری، صفحہ 1)

بارانی ایگری کلچر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (BARI)، چکوال نے یو ایس ایڈ کے پنجاب میں ماحولیاتی منصوبے پنجاب اینبلنگ انوائرنمنٹ پروجیکٹ (PEEP) کے ساتھ مفاہمت کی ایک یاداشت پر دستخط کیے ہیں۔ معاہدے کے تحت زیتون کی کاشت کے لیے جدید ٹیکنالوجی پر مبنی تربیتی مرکز سینٹر آف ایکسیلنس فار اولیو ریسرچ اینڈ ٹریننگ قائم کیا جائے گا تاکہ کسانوں اور دیگر شراکت داروں کو جدید طریقوں پر تربیت دی

جاسکے۔ معاہدے کے تحت تربیتی مرکز کے قیام کے لیے حکومت پنجاب 279.88 ملین روپے جبکہ یو ایس ایڈ 10.35 ملین روپے فراہم کرے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 23 فروری، صفحہ 5)

امریکی امدادی ادارے یو ایس ایڈ نے عورتوں کے لیے مال مویشی شعبے میں ''وومن انوسٹمنٹ ان نیٹ ورک آف ڈیری انوسٹمنٹ'' نامی ایک منصوبہ متعارف کروایا ہے۔ ایوان صنعت و تجارت سیالکوٹ (SCCI) میں اس حوالے سے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے امریکی کونسل جنرل الزبتھ کینیڈی کا کہنا تھا کہ اس پانچ سالہ منصوبے میں PEEP (پیپ) کے تحت دیہی عورتوں کے لیے ڈیری شعبے میں سرمایہ کاری کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔ منصوبے کے تحت منتخب کردہ 30 مقامی عورتوں کو تین ملین روپے سرمایہ فراہم کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ یو ایس ایڈ کی جانب سے ان عورتوں کو ڈیری شعبے کی ترقی کے لیے دودھ کی جانچ اور اسے محفوظ کرنے کی تربیت بھی دی جائے گی۔ (ڈان، 23 مارچ، صفحہ 11)

ایک خبر کے مطابق پنجاب حکومت یو ایس ایڈ کے اشتراک سے پوٹھوہار کے علاقے کو زیتون کی وادی میں تبدیل کرنے کے لیے 279.88 ملین روپے لاگت سے ایک مہم کا آغاز کررہی ہے۔ اس حوالے سے BARI (باری)، چکوال میں ہونے والے ایک اجلاس میں سیکریٹری محکمہ زراعت پنجاب محمد محمود کا کہنا تھا کہ وادی پوٹھوہار کی زمین اور آب و ہوا زیتون کی کاشت کے لیے مناسب ہے جہاں پانچ سالوں میں 15,000 ایکڑ زمین زیتون کے زیر کاشت لائی جاچکی ہے۔ باری، چکوال میں زیتون سے تیل کشید کرنے والا کارخانہ بھی نصب کیا گیا ہے جس نے کسانوں کو 19,134 کلوگرام زیتون کا تیل بلا معاوضہ کشید کرکے دیا۔ (بزنس ریکارڈر، 11 اپریل، صفحہ 13)

آسٹریلین امداد

فاؤ نے حاجی سنز (رائل سیڈز اینڈ سیڈلنگز، لاہور) اور ایگریکلچر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ARI)، حکومت

بلوچستان کی معاونت سے کھیتوں میں پانچ روزہ عملی تربیت کا اہتمام کیا۔ اس تربیت میں کوئٹہ، نوشکی اور چاغی سے نیا کاروبار شروع کرنے والی 20 عورتوں، 10 مردوں اور حکومت بلوچستان کے تحقیقی عملے نے بھی حصہ لیا۔ تربیت میں بیج کو سنبھالنے، پنیری تیار کرنے، اسے منتقل کرنے اور دیگر متعلقہ موضوعات شامل تھے۔ پنیری کی پیداوار عورتوں کے لیے زرعی کاروباری سرگرمی بن سکتی ہے اور عورتیں اپنے گھروں میں کیاریوں میں بھی پنیری کاشت کرکے آمدنی حاصل کرسکتی ہیں۔ اس منصوبے کے لیے رقم آسٹریلیا کی حکومت فراہم کررہی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 فروری، صفحہ 7)

جاپانی امداد

جاپانی حکومت نے پاکستان میں مویشیوں میں منہ اور کھر کی بیماری کے خاتمے اور فاٹا میں معاشی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے 7.7 ملین ڈالر امداد دینے کا اعلان کیا ہے۔ اس حوالے سے ایک تقریب میں معاہدوں پر جاپان انٹرنیشنل کوآپریشن ایجنسی (JICA) اور فاؤ کی نمائندہ مینا ڈاؤلاچی نے دستخط کیے۔ دونوں معاہدوں پر فاؤ کے ذریعے عمل درآمد کیا جائے گا۔ 2.7 ملین ڈالر کا منصوبہ منہ اور کھر کی بیماری سے ہونے والے نقصان کو کم کرنے میں معاون ہوگا جس سے مویشیوں سے حاصل ہونے والی پیداوار میں اضافہ اور غذائی تحفظ کی صورتحال بہتر ہوگی۔ پانچ ملین ڈالر لاگت کے منصوبے کے دوسرے مرحلے میں جاپانی حکومت فاؤ کے ذریعے کرم اور خیبر ایجنسی میں 32,000 گھرانوں کو مدد فراہم کرے گی۔ پہلے مرحلے میں جاپان نے 2015 میں مقامی لوگوں کے روزگار کی بحالی اور غذائی تحفظ کے لیے پانچ ملین ڈالر کے منصوبے کے تحت 77,000 گھرانوں میں زرعی پیداوار کو پھر سے شروع کرنے میں مدد فراہم کی تھی۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں مویشیوں کی بڑی آبادی ہے جس میں 82.1 ملین گائے اور بھینس، 102.3 ملین بھیڑ بکریاں شامل ہیں۔ مال مویشی شعبہ آمدنی کے حصول کا اہم ترین ذریعہ ہے اور صرف دودھ کی فروخت کا حجم ہی سالانہ 7.7 بلین ڈالر ہے۔ یہ شعبہ زیادہ تر دیہات میں رہنے والے چھوٹے پیمانے پر مویشی پالنے والے 8.5 ملین خاندانوں پر مشتمل ہے۔ (ڈان، 28 فروری، صفحہ 11)

VIII۔ پالیسی

وفاقی وزیر موسمی تبدیلی مشاہداللہ خان نے کہا ہے کہ پاکستان میں آلودہ دھند (اسموگ) کی سطح میں اضافے کا ذمہ دار پڑوسی ملک بھارت ہے۔ دفتر خارجہ کو بھارت کے ساتھ اس مسئلے پر بات کرنے کے لیے خط لکھا جاچکا ہے۔ ملک کو موسمی تبدیلی کے مسائل سے نکالنے کے لیے ٹھوس اقدامات ناگزیر ہیں۔ حکومت جلد جنگلی حیات سے متعلق پالیسی کا اعلان کرے گی جس میں تمام صوبوں میں جنگلات میں اضافے کے لیے مشترکہ کوششوں پر توجہ مرکوز کی جائے گی۔ حکومت کلائمٹ چینج اتھارٹی (CCA) کے قیام کا ارادہ رکھتی ہے جو چار اراکین پر مشتمل ہوگی جس کے سربراہ موسمی تبدیلی کے ایک ماہر ہوں گے۔ اس اتھارٹی میں 100 سے زیادہ موسمی تبدیلی کے ماہرین بھی شامل ہوں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 جنوری، صفحہ 7)

محکمہ زراعت پنجاب، ایف پی سی سی آئی اور آل پاکستان فروٹ اینڈ ویجیٹیبل ایکسپورٹرز، امپورٹرز اینڈ مرچنٹس ایسوسی ایشن (PFVA) نے تعاون پر مبنی سہہ فریقی مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ معاہدے کے تحت تینوں فریقین شعبہ باغبانی میں پھلوں کی ترسیل کے نظام (سپلائی چین) کی بہتری، پھل وسبزیوں کی برآمدات میں اضافے اور تحقیق و ترقی کے لیے محکمہ زراعت پنجاب کے منصوبوں کے لیے تعاون اور مدد فراہم کریں گے۔ باغبانی مصنوعات کی برآمدات کے فروغ کے لیے محکمہ زراعت پنجاب چار سالہ پروگرام ترتیب دیگا۔ اس کے علاوہ باغبانی شعبے میں تحقیق و ترقی کے لیے پنجاب میں ایک مرکز بھی قائم کیا جائیگا۔ (بزنس ریکارڈر، 17 جنوری، صفحہ 7)

ایک خبر کے مطابق پیداوار میں اضافہ کے لیے حکومت کی جانب سے کپاس پر تحقیق کے لیے 10 بلین روپے مختص کیے جانے کا اعلان متوقع ہے۔ اخبار سے بات کرتے ہوئے ایک اعلیٰ حکومتی عہدیدار نے انکشاف کیا ہے کہ ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس میں گزشتہ کئی سالوں سے جمود کی شکار کپاس کی پیداوار میں اضافے کے لیے ایک منصوبہ زیرغور ہے۔ اس حوالے سے منصوبہ بندی کمیشن میں ہونے والے اجلاس میں

صوبہ سندھ اور پنجاب کے نمائندوں کے علاوہ دیگر شراکت داروں نے بھی شرکت کی ہے۔ کپاس پر تحقیق کا یہ دس سالہ منصوبہ منظوری کے لیے وفاقی کابینہ کو بھیجا جائے گا۔ منصوبہ کے تحت حکومت کپاس کی پیداوار میں اضافے کے لیے تحقیقی سرگرمیوں پر ہر سال ایک بلین روپے خرچ کرے گی۔ حکام کے مطابق منصوبے کا باضابطہ اعلان مئی میں اگلے بجٹ کے موقع پر متوقع ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 جنوری، صفحہ 20)

ایک خبر کے مطابق سندھ حکومت نے پہلی لیبر پالیسی (سندھ لیبر پالیسی 2018) جاری کردی ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ یہ پالیسی تمام شراکت داروں کی باہمی مشاورت سے تیار کی گئی ہے۔ پالیسی کے اجراء کے موقع پر صوبائی وزیر محنت و انسانی وسائل ناصر شاہ کا کہنا تھا کہ یہ پہلی سہہ فریقی لیبر پالیسی ہے جسے حکومت، محنت کشوں اور آجروں کی جانب سے متفقہ طور پر منظور کیا گیا ہے۔ پیپلز پارٹی سندھ کے صدر نثار احمد کھوڑو کا کہنا ہے کہ یہ پالیسی زرعی شعبے میں کام کرنے والے مزدوروں، گھروں میں کام کرنے والے مزدوروں اور دیگر شعبہ جات کے مزدوروں کا احاطہ کرتی ہے اور مکمل طور پر صنفی مساوات کو یقینی بناتی ہے۔ پالیسی کے مطابق آجروں کے تعاون سے مزدوروں کو پیشہ ورانہ تربیت دینے کے لیے نظام تشکیل دیا جائے گا، دیہی اور شہری علاقوں میں نجی شعبے میں ملازمت کے مزید مواقع پیدا کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے، دیہی معیشت کو سہارا دینے اور بیروزگار محنت کشوں کے لیے دیہی علاقوں میں صنعتوں کے قیام کے لیے مراکز (انڈسٹریل سپورٹ سینٹرز) قائم کیے جائیں گے، عورتوں کے لیے کام کی جگہ پر ہراسانی سے پاک موزوں سماجی ماحول اور برابری کی بنیاد پر اجرت کی ضمانت دی جائے گی۔ محنت کشوں کو تنظیم سازی اور اس میں شمولیت کا حق دیا جائے گا۔ صنعتوں میں ٹریڈ یونین قائم کرنے کے لیے موجودہ مزدور قوانین میں ترمیم ہوگی اور مزدور قوانین کو سندھ حکومت کی جانب سے توثیق کردہ عالمی قوانین و ضابطوں سے ہم آہنگ کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ٹھیکیداری نظام (کنٹریکٹ لیبر سسٹم) کو موجودہ مزدور قوانین اور اعلیٰ عدالتوں کے احکامات کی روشنی میں ضابطے میں لایا جائے گا۔ گھروں میں کام کرنے والے مزدوروں کے حقوق و ذمہ داریوں کی جانچ (نگرانی) کرنے اور ان کے اعداد و شمار اکھٹے کرنے کے لیے سندھ ہوم بیسڈ

ورکرز بورڈ قائم کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ زرعی مزدوروں کی تنظیم سازی کی آزادی کو یقینی بنانے کے لیے جامع قانون سازی کی جائے گی اور ایسا ماحول تیار کیا جائے گا جس میں جاگیرداروں کی جانب سے زرعی مزدوروں کے حقوق تسلیم کیے جاتے ہوں۔ پالیسی کے مطابق کم سے کم اجرت کے لیے منیمم ویج کونسل قائم ہوگی جو پیشہ ورانہ اور غیر پیشہ وارانہ مزدوروں کی اجرت کا تعین کرے گی۔ پالیسی میں بچوں کی مشقت اور جبری مشقت کے مکمل خاتمے کو یقینی بنانے کا دعویٰ بھی کیا گیا ہے۔ (ڈان، 11 فروری، صفحہ 17)

وفاقی وزیر آبی وسائل سید جاوید علی شاہ نے سینیٹ کو آگاہ کیا ہے کہ اگلے دس دنوں میں قومی آبی پالیسی پیش کردی جائے گی۔ وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ پالیسی مسودے میں کچھ اہم ترامیم کی ضرورت ہے جس کے لیے ماہرین کی جانب سے مزید دس دن مانگے گئے ہیں۔ اس مسودے میں صوبوں کی مشاورت سے تجاویز شامل کی گئی ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ کوٹری بیراج سے سمندر میں گرنے والے پانی کا اوسط حجم 1976-77 میں خریف کے موسم میں 64.05 ملین ایکڑ فٹ اور ربیع میں 5.03 ملین ایکڑ فٹ تھا جبکہ 2016-17 میں پانی کا اخراج خریف میں 10.49 ملین ایکڑ فٹ اور ربیع میں 0.08 ملین ایکڑ فٹ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 16 فروری، صفحہ 3)

وفاقی کابینہ نے پاکستان سینٹرل کاٹن کمیٹی (PCCC) کے انتظامی اختیارات اور کپاس سے متعلق معاملات وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کو واپس منتقل کرنے کی منظوری دیدی ہے۔ منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین سرتاج عزیز کی سربراہی میں کمیٹی نے کپاس کی تحقیق میں نجی سرکاری شراکت کو حکومتی سرمایہ کاری میں اضافے کے ذریعے مستحکم کرنے اور کپاس کی پیداوار کو ترقی دینے کے لیے پی سی سی سی (PCCC) کو وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے سپرد کرنے کی تجویز دی تھی۔ کمیٹی کی سفارشات کے مطابق پی سی سی کو بجٹ کپاس پر عائد فی گانٹھ 50 روپے محصول وصول کرکے فراہم کیا جاتا ہے۔ کمیٹی نے ملتان اور سکرنڈ سمیت ملک بھر میں سات کپاس کے تحقیقی مراکز قائم کیے ہیں۔ کمیٹی نے 1990 سے اب تک مثبت نتائج

دیے ہیں لیکن گزشتہ کچھ سالوں سے مختلف وجوہات کی وجہ سے کمیٹی کپاس کی پیداوار میں ہونے والی کمی پر قابو نہیں پاسکی جس پر کپاس کی صنعت نے پی سی سی سی پر شدید تحفظات کا اظہار کیا تھا اور کپاس کی گانٹھ پر محصول کی وصولی کے خلاف عدالت سے رجوع کیا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 7 مارچ، صفحہ 1)

کابینہ ڈویژن نے پی سی سی سی کو ٹیکسٹائل ڈویژن کے اختیار سے نکال کر وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے ماتحت کرنے کا اعلامیہ جاری کردیا ہے۔ یہ توقع کی جارہی ہے کہ اس تبدیلی سے گزشتہ چار سالوں سے کپاس کی گرتی ہوئی پیداوار کو روکنے میں مدد حاصل ہوگی۔ چھ مارچ کو کابینہ کے اجلاس میں اس تبادلے کی منظوری دی گئی تھی۔ تاہم کپاس کمشنر کی حیثیت ابھی تک غیر واضح ہے۔ کابینہ ڈویژن نے کپاس کمشنر کے معاملے کو اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کے سپرد کردیا ہے کیونکہ یہ تعیناتی کا معاملہ ہے۔ اسٹیبلشمنٹ ڈویژن نے کپاس کمشنر کی تعیناتی پر رائے معلوم کرنے کے لیے وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کو ایک خط لکھ دیا ہے۔ پیپلز پارٹی کے گزشتہ دور حکومت میں کپاس کمشنر کو وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق سے نکال کر ٹیکسٹائل ڈویژن کے ماتحت کردیا گیا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 31 مارچ، صفحہ 20)

ایک مضمون کے مطابق یونیورسٹی آف ویٹنری اینڈ اینمل سائنسز لاہور (UVAS) کے ماتحت کام کرنے والے ادارے دی سینٹر فار اپلائیڈ پالیسی ریسرچ ان لائیو اسٹاک نے حال ہی میں ایک پالیسی مسودہ (ریواوَل آف ڈیری سیکٹر فار اکنامک ڈیولپمنٹ) تیار کیا ہے جس میں مال مویشی شعبے کی بحالی کے لیے آٹھ تجاویز دی گئی ہیں۔ تجاویز میں کہا گیا ہے کہ تمام اقسام کے خشک دودھ کی درآمد پر محصولات 45 فیصد سے بڑھا کر 100 فیصد کرنا چاہیے اور مویشیوں کی صحت اور خوراک کے معیارات پر سختی سے عمل درآمد کیا جائے۔ خام دودھ اور اس کی مصنوعات پر صفر درجہ محصول بحال کرنے کے لیے ان اشیاء کو سیلز ٹیکس ایکٹ 1990 کے پانچویں درجے میں منتقل کیا جائے۔ اس کے علاوہ زرعی شعبے کو دستیاب مراعات کا ڈیری شعبے پر بھی اطلاق ہونا چاہیے جیسے کہ بجلی کے نرخوں میں کمی، آمدنی پر محصول سے استثنٰی اور مشینری و خام مال کی درآمد پر محصولات میں کمی یا مکمل چھوٹ۔ دودھ اور گوشت کی قیمت بے اختیار ہو (یعنی منڈی کی بنیاد پر ہو) اور ان

کی قیمت کا تعین طلب و رسد کی بنیاد پر ہو۔ مقامی طور پر تیار کردہ خشک دودھ (فل کریم) اور بچوں کے خشک دودھ (فارمولا ملک) پر عائد 10 فیصد سیلز ٹیکس کو ختم کردیا جائے۔ اس کے علاوہ ڈیری شعبے کی ترقی کے لیے طویل المدت قومی پالیسی بنانے اور اس کے نفاذ کی ضرورت ہے جس پر تمام شراکت دار بشمول حکومت، ماہرین و محقق، نجی شعبہ اور کسان عمل کریں۔ (احمد فراز خان، ڈان، 9 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

محکمہ زراعت پنجاب کے ترجمان کے مطابق کسانوں کو آمدنی کی غیر یقینی صورتحال سے نجات دلانے کے لیے حکومت پنجاب نے فصلوں کی بیمہ اسکیم (تکافل) کا آغاز کردیا ہے۔ اس حوالے سے خریف کے موسم میں منصوبے کے پہلے مرحلے کا آغاز شیخو پورہ، ساہیوال، لودھراں اور رحیم یار خان سے کیا جائیگا۔ اس منصوبے کے تحت پانچ ایکڑ زمین رکھنے والے کسانوں کی بیمہ کی تمام رقم (پریمیم) بطور زرتلافی حکومت ادا کرے گی جبکہ چھ ایکڑ سے 25 ایکڑ تک کے زمین مالکان کی بیمہ کی رقم کا 50 فیصد حصہ بھی حکومت بطور زرتلافی ادا کرے گی۔ پہلے مرحلے میں یہ بیمہ اسکیم صرف چاول اور کپاس کی فصلوں تک محدود ہوگی جبکہ دوسرے مرحلہ میں گنا، مکئی، گندم، پھلوں، سبزیوں سمیت دیگر فصلوں پر بھی اس منصوبے کا اطلاق کیا جائیگا۔ منصوبے کے تحت قدرتی آفات اور کم پیداوار کی صورت میں کسانوں کو معاوضہ کی رقم ادا کی جائے گی۔

(بزنس ریکارڈر، 12 اپریل، صفحہ 20)

ایک خبر کے مطابق سندھ کابینہ نے صوبے کی پہلی زرعی پالیسی کی منظوری دے دی ہے۔ زرعی پالیسی پیش کرتے ہوئے وزیر زراعت سندھ سہیل انور سیال نے کابینہ کو بتایا کہ اس پالیسی میں اقتصادی شعبہ جات میں کی گئی مختلف تحقیق مدنظر رکھی گئی ہے اور اس پر کسانوں و دیگر شراکت داروں کے ساتھ مشاورت بھی کی گئی ہے۔ یہ پالیسی 2030 تک کے لیے نافذ ہوگی۔ تاہم پالیسی میں کی گئی مختلف قانونی، انتظامی، ادارہ جاتی اور اخراجات سے متعلق تبدیلیوں پر آئندہ دو سالوں میں عمل درآمد کیا جائیگا۔ پالیسی کے اہم نکات میں فصلوں، مال مویشی، ماہی گیری اور اس سے جڑی زرعی سرگرمیوں کے لیے قرض کی فراہمی میں اضافہ، رسمی اور غیر رسمی قرض کے ذریعے گوداموں اور دیگر سہولیات کی ترقی، دیہی سطح پر کاروبار کرنے کے لیے

زمین کے استعمال، اس کی منتقلی اور لیز کو آسان بنانا، زرعی و مال مویشی منڈی کے حوالے سے قوانین اور انتظام میں اصلاحات کرنا اور امدادی قیمت کے نظام کو ازسرنو مرتب کرنا، زرعی مداخل جیسے بیج، کھاد، جراثیم کش زہر، چارہ اور مویشیوں کی ادویات کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے قوانین وضوابط میں تبدیلی بھی شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نامیاتی فصلوں، مال مویشی اور ماہی گیری سے متعلق مصنوعات کے لیے تصدیقی سند (سرٹیفیکیشن) کے نظام کا قیام بھی شامل ہے۔ (ڈان، 17 اپریل، صفحہ 17)

سندھ حکومت نے حال ہی میں اعلان کردہ زرعی پالیسی پر عمل درآمد کے لیے ''ایگری کلچر پالیسی امپلی مینٹیشن کمیشن'' کے نام سے ایک کمیشن قائم کیا ہے جس کا مقصد اعلان کردہ زرعی پالیسی پر عمل درآمد کے لیے حکمت عملی تیار کرنا اور پالیسی کے حوالے سے سامنے آنے والے مسائل کو حل کرنا ہے۔ وزیر زراعت سندھ سہیل انور سیال نے ایک پریس کانفرنس کے دوران بتایا ہے کہ کمیشن کے سربراہ وزیر زراعت سندھ ہوں گے جبکہ اس کے دیگر ارکان میں محکمہ منصوبہ بندی، زراعت، جنگلات، آبپاشی، خزانہ اور سندھ ایگری کلچرل گروتھ پراجیکٹ (SAGP) کے سیکریٹری، ایس سی اے اور SAB (سیب) کے چیئرمین بھی شامل ہوں گے۔ اس کمیشن میں مال مویشی، ماہی گیری شعبے کے نمائندے اور نجی شعبے کے ماہرین بھی شامل ہوں گے۔ (ڈان، 18 اپریل، صفحہ 19)

آئندہ بجٹ میں حکومت کی جانب سے کسانوں کے لیے محصولات میں چھوٹ اور بھاری زرتلافی دیے جانے کا امکان ہے۔ انتخابات کا سال ہونے کی وجہ سے حکمراں جماعت نے FBR (ایف بی آر) اور وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کو اس حوالے سے جامع پیکج بنانے کا ہدف دیا ہے جس میں کسان تنظیموں کے مطالبات بھی شامل کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ بجٹ کے لیے پیش کردہ تجاویز میں حکومت زرعی مشینری پر سیل ٹیکس میں چھوٹ دینے پر غور کررہی ہے جو اس وقت سات فیصد عائد ہے۔ یہ تجویز بھی زیر غور ہے کہ ہر قسم کی کیمیائی کھاد پر ایک ہی شرح سے سیل ٹیکس عائد کیا جائے جبکہ اس وقت یہ ٹیکس پانچ، سات، آٹھ فیصد کی شرح سے عائد ہے۔ اس پیکج کا اہم ترین حصہ زرعی ٹیوب ویلوں کے لیے بجلی کے

نرخوں پر زرتلافی کی فراہمی ہے جو یکم جولائی، 2018 سے 24 گھنٹوں کے لیے 5.35 روپے فی یونٹ متوقع ہے۔ (ڈان، 19 اپریل، صفحہ 10)

سندھ حکومت کی جانب سے زرعی شعبہ کے لیے سالانہ ترقیاتی پروگرام 2018-19 میں 70 بلین روپے مختص کیے جانے کا امکان ہے۔ مجوزہ رقم سندھ کی نئی زرعی پالیسی 2018-30 کے تناظر میں مختص کی جائے گی جو صوبائی کابینہ میں منظور ہوچکی ہے۔ نئی زرعی پالیسی میں فصلوں، مال مویشی اور ماہی گیری شعبوں میں حکومتی سرمایہ کاری بڑھانے پر زور دیا گیا ہے۔ 2016-17 تک گزشتہ پانچ سالوں میں ماہی گیری، مال مویشی، جنگلات اور آبپاشی کے شعبہ جات میں اوسطاً 20 بلین روپے خرچ کیے گئے ہیں جس میں سے تقریباً 80 فیصد رقم آبپاشی شعبے میں خرچ کی گئی۔ سندھ کی مجموعی زرعی پیداوار (جی ڈی پی) تقریباً 1,600 بلین روپے ہے جس میں پانچ فیصد بڑھوتری حاصل کرنے کے لیے سرکاری اور نجی دونوں شعبہ جات کی جانب سے 320 بلین روپے سالانہ سرمایہ کاری کی ضرورت پڑے گی۔ زرعی شعبہ میں ہر سطح پر سرکاری اخراجات کے حوالے سے دو خامیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک، منصوبوں کے لیے مختص کی گئی رقم میں سے انتہائی کم رقم خرچ کی جاتی ہے اور دوسری، سالانہ جاری کی جانے والی رقم کا پیشتر حصہ پہلے سے جاری منصوبوں پر ہی خرچ کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے نئے منصوبے کے لیے رقم مختص کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ (ڈان، 20 اپریل، صفحہ 10)

ایک خبر کے مطابق چھوٹے کاشتکاروں نے سندھ حکومت کی جانب سے حالیہ اعلان کردہ زرعی پالیسی کو مسترد کردیا ہے۔ چھوٹے کسانوں کی نمائندہ تنظیم سندھ ایگری کلچر اور ریسرچ کونسل (SARC) کے صدر علی پالھ ایڈوکیٹ نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا ہے کہ سندھ حکومت نے جلد بازی میں عالمی بینک کے دباؤ پر زرعی پالیسی تیار کی ہے جس میں تھرپارکر کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ انہوں نے سوال اٹھایا کہ پانی، چھوٹے ڈیم، پانی کے انتظامی شعبے میں مہارت اور مشینری کے بغیر کس طرح پائیدار خوشحالی حاصل کی

جاسکتی ہے؟ صوبہ سندھ کو پانی کی سنگین قلت کا سامنا ہے اور پانی کے بغیر کوئی بھی زرعی پالیسی کامیاب نہیں ہوسکتی ہے۔ SARC (سارک) اس زرعی پالیسی کو مسترد کرتی ہے جو چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو دھوکہ دینے کی ایک اور کوشش ہے۔ یہ کسان اور مزدور دشمن پالیسی بند کمرے میں بیٹھ کر بنائی گئی ہے۔ محکمہ آبپاشی اور محکمہ خوراک میں بڑے پیمانے پر بدانتظامی اور بدعنوانی پائی جاتی ہے جبکہ زرعی تحقیق کے شعبہ میں کارکردگی صفر ہے اور کسانوں کے لیے کوئی زرتلافی نہیں دی گئی ہے۔ (ڈان، 20 اپریل، صفحہ 19)

ایک مضمون کے مطابق مسلم لیگ ن کی حکومت نے اس سال بجٹ میں زرعی شعبہ میں بڑھوتری کا ہدف 3.8 فیصد مقرر کیا ہے۔ حکومتی دعوے کے مطابق اس سال زرعی شعبے میں بڑھوتری بھی 3.8 فیصد ہی تھی لیکن کیا ہمارا ترقی پزیر زرعی شعبہ مسلسل دوسری مرتبہ بڑھوتری کا 3.8 فیصد کا مشکل ہدف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیگا؟ وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں اشارہ دیا ہے کہ ایسا اس وقت ممکن ہے جب پاکستان زرتلافی کے اصولوں کو چھوڑ کے منڈی پر مبنی پالیسیوں کو اپنائے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان کو ایک اور سبز انقلاب کی ضرورت ہے جو بہتر پیداوار کے حصول، زرعی ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری میں اضافے، تحقیق و ترقی میں بہتری، پیداواری طریقوں کو مزید موسمی تبدیلی کے مطابق بنانے میں مددگار ہوگا۔ تاہم وزیرخزانہ نے بجٹ تقریر میں جو اقدامات تجویز کیے ہیں ان میں زرعی شعبہ کو دی جانے والی مراعات کو جاری رکھنا، کھاد پر سیلز ٹیکس میں کمی اور زرعی مشینری کی درآمد پر عائد محصول میں کمی شامل ہے۔ وفاقی وزیرخزانہ کے بیان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ایک طرف وہ کہتے ہیں کہ زرعی شعبہ میں ترقی کے لیے زرتلافی سے جان چھڑا کر منڈی کے اصولوں کو اپنانا چاہیے اور دوسری طرف وہ اس بیان کے برعکس بجٹ تجاویز پیش کررہے ہیں۔ (محی الدین اعظم، ڈان، 30 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

پانی

ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن سرتاج عزیز نے وفاقی وزارت آبی وسائل کی تیار کردہ قومی آبی پالیسی کا

مسودہ مسترد کردیا ہے۔ منصوبہ بندی کمیشن کے حکام کے مطابق پالیسی میں اہداف اور سرمایہ کاری منصوبوں کا فقدان ہے۔ پاکستان کو اس وقت پانی کے حوالے سے درپیش مسائل میں ایک اہم مسئلہ متفقہ قومی آبی پالیسی کا نہ ہونا ہے۔ آبی پالیسی پر پہلا مسودہ 2003 میں مرتب کیا گیا تھا جسے 2005 اور 2008 میں ازسرنو مرتب کیا گیا لیکن صوبوں کے درمیان پانی کی تقسیم پر ہونے والے تنازعات کی وجہ سے یہ مسودہ منظور نہیں ہوسکا۔ حال ہی میں وزارت آبی وسائل نے صوبوں سے مشاورت کے بعد ایک اور مسودہ تیار کیا جسے سی سی آئی کے دسمبر 2017 میں ہونے والے اجلاس میں غور کے لیے پیش کیا گیا تھا۔ اجلاس میں یہ تجویز منظور کی گئی کہ ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی جائے جو وزیر توانائی ڈویژن، آبی وسائل، منصوبہ بندی و ترقی کی وزارتوں کے سیکریٹری اور چاروں صوبوں کے چیف سیکریٹریوں پر مشتمل ہو اور اس پالیسی مسودے کا جائزہ لے۔ سرتاج عزیز جو اس جائزہ کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں، کا کہنا ہے کہ کمیٹی کی جانب سے فراہم کردہ رہنمائی اور اعتراضات کی روشنی میں ایک تفصیلی پالیسی مسودہ تیار کیا جاسکتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 26 فروری، صفحہ 18)

وزیراعظم کی زیرصدارت سی سی آئی نے باضابطہ طور پر قومی آبی پالیسی (نیشنل واٹر پالیسی) صوبوں کے درمیان اتفاق رائے سے منظوری کرلی ہے۔ گزشتہ ایک دہائی سے تاخیر کی شکار یہ پالیسی صوبوں کے تحفظات دور ہونے کے بعد منظور ہوئی۔ پالیسی میں وفاق اور صوبوں نے اتفاق کیا ہے کہ نئے آبی ذخائر کی تعمیر صوبوں کے درمیان اتفاق رائے سے 1991 میں ہونے والے پانی کی تقسیم کے معاہدے کے تحت اور ان منصوبوں کے ماحولیاتی اثرات کی تفصیلی جانچ کے بعد ہوگی۔ قومی آبی پالیسی کے ابتدائی اہداف میں ملک کی پانی ذخیرہ کرنے کی موجودہ صلاحیت کو بڑھانے کا ہدف بھی شامل ہے۔ 14 ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کرنے کی موجودہ صلاحیت کو فوری طور پر بڑھانے کے لیے مزید 6.4 ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کرنے کے لیے دیامر بھاشا ڈیم کی فوری تعمیر بھی ہدف میں شامل ہے۔ پالیسی میں صوبوں کو قومی دائرہ کار میں رہتے ہوئے پانی کے حوالے سے بنیادی منصوبہ بندی کا اختیار بھی دیا گیا ہے۔ پالیسی میں پانی کا استعمال،

ترجیحی بنیادوں پر پانی کی فراہمی، آبی ذخائر کی تعمیر و استعمال کی جامع منصوبہ بندی، آبی ماحولیاتی نظام کا تحفظ، موسمی تبدیلی کے اثرات، صوبوں کے درمیان پانی کی تقسیم، نہری و بارانی زراعت، پینے کا پانی، نکاسی، پن بجلی، صنعت، زیر زمین پانی، آبی حقوق و ذمہ داری، پائیدار بنیادی ڈھانچہ، آبی خطرات، معیار، آگاہی و تحقیق، حفاظتی اقدامات، قانونی دائرہ کار، آبی اداروں کی پیشہ وارانہ صلاحیتوں میں اضافے جیسے پانی سے متعلقہ تمام مسائل کو شامل کیا گیا ہے۔ پالیسی کے نفاذ کے لیے قومی آبی کونسل (نیشنل واٹر کونسل) قائم کی جائے گی جس کی سربراہی وزیر اعظم کریں گے۔ کونسل وفاقی وزراء برائے آبی وسائل، خزانہ، توانائی، منصوبہ بندی، ترقی و اصلاحات اور چاروں وزرائے اعلیٰ پر مشتمل ہوگی۔ پالیسی میں سرکاری ترقیاتی پروگرام (PSDP) کا 10 فیصد حصہ آبی شعبہ کے لیے فراہم کرنے کی ضرورت پر بھی اتفاق کیا گیا ہے جسے بتدریج بڑھا کر 2030 تک 20 فیصد تک کردیا جائیگا۔ (ڈان، 25 اپریل، صفحہ 3)

نیولبرل پالیسیاں

پنجاب حکومت صوبے میں زرعی پیداوار کے کاروبار (مارکیٹنگ) کو جدید خطوط پر استوار کرنے کے لیے ایک ایگری کلچرل مارکیٹنگ ریگولیٹری اتھارٹی قائم کررہی ہے۔ یہ اتھارٹی زرعی پیداوار کے تجارتی نظام کو فروغ دینے کے لیے قائم کی جارہی ہے جو مختلف ذرائع سے تجارتی ترقی کی راہ ہموار کرسکتی ہے۔ اتھارٹی معاہدے پر مبنی زراعت (کنٹریکٹ فارمنگ) اور زرعی پیداوار کی خرید و فروخت کے دیگر ذرائع (مارکیٹنگ چینل) کو فروغ دے گی۔ زرعی پیداوار کی شفاف نیلامی کے بہتر مقامی اور بین الاقوامی طریقوں کو بھی فروغ دیا جائے گا۔ اتھارٹی مخصوص زرعی پیداوار کی درجہ بندی، کاشتکاری کے بہتر طریقوں کے استعمال اور نامیاتی طریقہ زراعت کے لیے مختلف معیارات بھی مقرر کریگی۔ اتھارٹی تاجروں (ڈیلرز) کی جانب سے زرعی پیداوار کے خریداری مراکز قائم کرنے کے لیے قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد لائسنس جاری کرے گی۔ (ڈان، 29 جنوری، صفحہ 2)

ایک مضمون کے مطابق کابینہ نے قومی غذائی پالیسی (NFSP) منظور کرلی ہے اور وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے پالیسی پر عمل درآمد کے لیے منصوبہ بندی کا آغاز کردیا ہے۔ قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی میں وزارت کے اعلیٰ حکام نے اس کی خصوصیات بتاتے ہوئے کہا ہے کہ اس پالیسی کا بنیادی مقصد ایسا جدید اور موثر خوراک کی پیداوار اور اس کی تقسیم کا نظام یقینی بنانا ہے جو غذائی تحفظ، خوراک میں غذائیت، خوراک تک رسائی اور اس کے استعمال میں معاون ہو۔ اس کے علاوہ اس پالیسی میں کسانوں کی بیج، کھاد، زرعی مشینری جیسے معیاری مداخل تک رسائی میں اضافے پر توجہ مرکوز ہوگی۔ اس پالیسی کے دیگر اہم مقاصد میں غربت کا خاتمہ، بھوک اور غذائی کمی کا خاتمہ، خوراک کی پائیدار پیداوار کے نظام کا فروغ اور زراعت کو مزید فائدہ مند، منافع بخش اور موسمی تبدیلی سے مطابقت کے قابل بنانا ہے۔ (امین احمد، ڈان، 16 اپریل، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

محکمہ زراعت پنجاب نے زرعی شعبے میں جامع اصلاحات کے منصوبے SMART (اسمارٹ) کا آغاز کردیا ہے جس سے پانچ سالوں میں زرعی شعبے کی اقتصادی قدر میں 2.2 بلین ڈالر اضافہ اور 350,000 ملازمتیں پیدا ہونے کی توقع ہے۔ اس کے علاوہ امکان ہے کہ منصوبے سے 1.7 ملین افراد غربت سے باہر آجائیں گے۔ سیکریٹری زراعت پنجاب محمد محمود نے صحافیوں کو منصوبے کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا ہے کہ اس منصوبے کے اہم مقاصد میں نجی شعبے کو زرعی منڈی قائم کرنے کی اجازت، دودھ اور گوشت کے معیار کی بہتری اور اس کی پیداوار کی حوصلہ افزائی، مویشیوں کی افزائش اور ان کی بہتر دیکھ بھال اور آبپاشی کے پانی کا بہتر استعمال شامل ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 اپریل، صفحہ 13)

بین الاقوامی معاہدے

- سندھ طاس معاہدہ پاک بھارت تنازعہ

پاکستان کا چھ رکنی وفد 29 اور 30 مارچ کو ہونے والے انڈس واٹر کمیشن (IWC) کے اجلاس میں شرکت

کے لیے نئی دہلی روانہ ہو گیا ہے۔ 1960 میں عالمی بینک کی ثالثی میں ہونے والے سندھ طاس معاہدے کے مطابق پاکستان اور بھارت کے لیے ضروری ہے کہ ہر سال کم از کم ایک بار معاہدے سے متعلق تنازعات پر بات کرنے کے لیے اجلاس منعقد کریں۔ پاکستان بھارت کی جانب سے دریائے جہلم اور چناب پر تعمیر کیے جانے والے ڈیموں پر اعتراضات اٹھارہا ہے۔ پاکستانی وفد کی قیادت قائم مقام کمشنر IWC (آئی ڈبلیو سی) اور جوائنٹ سیکریٹری وزارت پانی و بجلی سید مہر علی شاہ کریں گے۔ پاکستانی وفد اجلاس میں بھارت کے پاکل دل، رتلے اور کالانی پن بجلی منصوبے کی تعمیر کے معاملے کو اٹھائے گا جو سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔ اس کے علاوہ کشن گنگا پن بجلی منصوبے کا تنازعہ بھی اٹھائے جانے کا امکان ہے جس پر بھارت کام کا آغاز کرچکا ہے۔ (ڈان، 29 مارچ، صفحہ 16)

اس تصدیق کے بعد کہ بھارت نے متنازعہ کشن گنگا پن بجلی منصوبہ مکمل کرلیا ہے، پاکستان نے عالمی بینک کو کہا ہے کہ وہ 1960 کے سندھ طاس معاہدہ کے تحت دو متنازعہ ڈیموں پر پاکستان کے تحفظات دور کرنے کے لیے اپنی ذمہ داری محسوس کرے۔ سرکاری افسر کے مطابق وزارت توانائی نے گزشتہ ہفتہ عالمی بینک کے نائب صدر کو لکھے گئے ایک خط میں بینک کو اپنی ذمہ داری کا ادراک کرنے اور بھارت کو سندھ طاس معاہدے کا پابند بنانے کے لیے کردار ادا کرنے پر زور دیا ہے۔ اگست 2017 میں پاکستان کو قابل اعتراض نقشہ کے مطابق کشن گنگا ڈیم مکمل ہونے کی رپورٹ مل گئی تھی۔ (ڈان، 5 اپریل، صفحہ 1)

سرکاری ذرائع کے مطابق پاکستان نے عالمی بینک پر زور دیا ہے کہ وہ اس ماہ کے آخر میں پاک بھارت آبی تنازع پر بات چیت کے لیے پاکستان کے ساتھ ایک اجلاس منعقد کرے۔ رواں ماہ کے آغاز میں پاکستان نے عالمی بینک کو کہا تھا کہ وہ بھارت میں تعمیر ہونی والے کشن گنگا اور رتلے ڈیم پر پاکستان کے خدشات دور کرے۔ پاکستان کو تحفظات ہیں کہ دونوں ڈیموں کی تعمیر سندھ طاس معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔ دسمبر 2016 میں عالمی بینک کی جانب سے تعمیراتی کام روکے جانے کے باوجود بھارت کی جانب

سے کشن گنگا ڈیم کی تعمیر پر بھی پاکستان کو تحفظات ہیں۔ عالمی بینک کے ترجمان نے پاکستان کی شکایت موصول ہونے کی تصدیق کی ہے۔ ترجمان کا کہنا ہے کہ عالمی بینک اس تنازعہ کے حل کے لیے دونوں ممالک کے ساتھ کام کررہا ہے۔ (ڈان، 26 اپریل، صفحہ 16)

تحقیق وٹیکنالوجی

پنجاب ایگری کلچر ریسرچ بورڈ (PARB) اور زرعی یونیورسٹی فیصل آباد نے زرعی تحقیق میں تعاون کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ اس اشتراک کا مقصد زرعی تحقیق میں جدت اور پائیدار بنیادوں پر زرعی پیداوار میں اضافے کو فروغ دینا، غربت میں کمی اور غذائی تحفظ کو یقینی بنانا ہے۔ PARB (پارب) پنجاب حکومت کی پالیسی کے تحت سائنسی ورک شاپس میں شرکت کرنے کے لیے سائنسدانوں کو رقم فراہم کریگا۔ اس کے علاوہ یو ایس پاکستان سینٹر فار ایڈوانس اسٹڈیز ان ایگری کلچر اینڈ فوڈ سکیورٹی (USPCA-AFS) کے 41 منصوبوں کے لیے رقم فراہم کریگا۔ (بزنس ریکارڈر، 4 جنوری، صفحہ 9)

IX۔ ماحول

ماحول اور انسانی زندگی دونوں کے لیے نقصاندہ ہونے کی بنا پر حکومت سندھ نے ناقابل تلف (نان بائیو ڈی گریڈیبل) پلاسٹک کی مصنوعات کے استعمال پر پابندی عائد کردی ہے۔ سندھ انوائرنمنٹل پروٹیکشن ایکٹ 2014 کے تحت کوئی بھی شخص پلاسٹک کی ایسی مصنوعات کی درآمد، پیداوار، ذخیرہ، تجارت، ترسیل، تقسیم وفروخت نہیں کرسکتا جو ناقابل تلف ہوں۔ (بزنس ریکارڈر، 7 اپریل، صفحہ 3)

زمین

- فضلہ

سپریم کورٹ کے مقرر کردہ کمیشن کے سربراہ جسٹس عامر ہانی مسلم نے کارخانوں میں فضلہ صاف کرنے کی

سہولیات کا معائنہ کرنے کے لیے عدالتی مجسٹریٹ کو کارخانوں میں داخلے سے روکنے اور عملے سے بدسلوکی پر چیف سیکریٹری سندھ محمد رضوان میمن پر برہمی کا اظہار کیا ہے۔ عدالتی مجسٹریٹ اور محکمہ تحفظ ماحولیات سندھ (SEPA) کے افسران نے شکایت کی تھی کہ انہیں 77 کارخانوں میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ عدالتی عملے سے بدسلوکی کی گئی جس پر ایڈوکیٹ جنرل کو فوری طور پر پولیس سربراہ کو طلب کرنے کے لیے کہا گیا تاکہ کارخانوں کے مالکان کے خلاف قانون کے مطابق سخت کارروائی کرنے کے احکامات دیں۔ تاہم پولیس سربراہ سپریم کورٹ میں مصروفیت کی وجہ سے پیش نہیں ہوسکے۔ کمیشن نے 77 کارخانوں کے مالکان کو نوٹس جاری کیا ہے کہ وہ خود پیش ہوکر تحریری وضاحت پیش کریں کے عملے کو کیوں کارخانوں میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 فروری، صفحہ 4)

- جنگلی حیات

محکمہ تحفظ جنگلی حیات (SWD) نے کراچی کے علاقے لیاقت آباد میں پرندوں کی منڈی میں چھاپہ مار کے 154 نایاب کچھوے ضبط کرلیے ہیں جن کی بین الاقوامی منڈی میں قیمت 1.5 بلین روپے ہے۔ ان کچھوؤں میں 129 میٹھے پانی کے کچھوے، نو سمندری کچھوے اور 13 خشکی پر پائے جانے والے کچھوے شامل ہیں۔ حکام کے مطابق ضبط کیے گئے کچھوؤں کی عمر ایک سے چھ ماہ کے درمیان ہے۔ کارروائی کے دوران ایک ملزم کو حراست میں لیا گیا ہے جس کا کہنا ہے کہ یہ کچھوے ٹھٹھہ اور بدین سے لائے گئے تھے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 فروری، صفحہ 4)

پانی

یو ایس پاکستان سینٹر فار ایڈوانس اسٹڈیز ان واٹر (USPCASW) کے پانچ ماہرین کی جانب سے کی گئی ایک تحقیق کے مطابق 1833 میں دریائے سندھ کا ڈیلٹا اندازے کے مطابق 12,900 مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا تھا۔ تاہم انسانوں کے ماحول پر پڑنے والے اثرات اور دریا کے قدرتی بہاؤ میں کمی کی وجہ سے ڈیلٹا

92 فیصد سکڑ کر 1,000 مربع کلومیٹر رہ گیا ہے۔ کئی دہائیوں سے متاثرہ آبادیاں، ماحولیاتی ماہرین اور کارکنان سمندر کے بڑھنے اور اس کے ڈیلٹا، ساحل اور مقامی آبادیوں پر پڑنے والے اثرات کی طرف توجہ دلاتے آرہے تھے تاہم ماہرین کی جانب سے سمندر کے آگے بڑھنے کے مستند اندازے کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جسے ادارے کے ماہرین نے پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔ 15 ماہ پر مشتمل اس تحقیق کے لیے مواصلاتی تصویروں اور تحقیق کے دیگر طریقوں سے مدد لی گئی ہے۔ اس وقت انڈس ڈیلٹا کو کئی خطرات کا سامنا ہے جن میں زمینی کٹاؤ اور سمندر کا بڑھنا، دریا کے بہاؤ میں کمی اور موسمی تبدیلی شامل ہے۔ ماہرین نے تجویز دی ہے کہ پنیاری اور کے بی فیڈر نہر میں پانی کے بہاؤ کو بڑھایا جائے جبکہ مینگروز کے جنگلات میں بھی اضافہ کیا جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 مارچ، صفحہ 4)

- آلودگی

چیئرمین کراچی پورٹ ٹرسٹ (KPT) ریئر ایڈمرل جمیل اختر نے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے سمندری امور کو بتایا ہے کہ سمندری آلودگی میں اضافہ کی وجہ سے KPT (کے پی ٹی) جہازوں کی مرمت پر 350 ملین سے 500 ملین روپے اضافی خرچ کررہا۔ سمندر میں بڑھتی ہوئی آلودگی نے ہنگامی صورتحال پیدا کردی ہے جس کے لیے فوری اقدامات کرنا انتہائی ضروری ہیں۔ ڈائریکٹر جنرل محکمہ جہاز رانی و بندرگاہ اسد چاندنا نے بھی ایسے ہی خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یومیہ 450 سے 500 ملین گیلن غیر صاف شدہ فضلہ سمندر میں پھینکا جاتا ہے جو ماحولیاتی نظام، سمندری حیات اور مینگروز کے جنگلات کی تباہی کا باعث بن رہا ہے۔ (ڈان، 3 جنوری، صفحہ 17)

22 مارچ کو دنیا پانی کا عالمی دن منارہی ہے لیکن سندھ کی تقریباً 80 فیصد آبادی آلودہ پانی کے استعمال کی وجہ سے خطرے سے دوچار ہے۔ عدالتی کمیشن کی جانب سے سپریم کورٹ میں پیش کی گئی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ صوبے کے مختلف علاقوں سے جمع کیے گئے 336 پانی کے نمونوں میں سے 251 نمونے انسانی

استعمال کے لیے غیر محفوظ اور صرف 85 محفوظ پائے گئے ہیں۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ پانی کے ان نمونوں میں فلورائیڈ، سلفیٹ، نائٹریٹ، فولاد، سوڈیم، کلورائیڈ سلفیٹ، رنگ، بدبو، پوٹاشیم اور خوردبینی جراثیم (microbiological contamination) پائے گئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 مارچ، صفحہ 4)

فضاء

- آلودگی

پنجاب اور سندھ کے میدانی علاقوں کو گہری آلودہ دھند (اسموگ) نے ایک بار پھر اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اسموگ کی وجہ سے گاڑیوں کی آمد و رفت متاثر ہورہی ہے۔ وسطی اور شمال مغربی پنجاب کے کچھ علاقوں میں شدید اسموگ کے بعد حکام نے لاہور سے پنڈی بھٹیاں اور فیصل آباد موٹر وے بند کردیا۔
(ڈان، 4 جنوری، صفحہ 3)

عالمی بینک کی پاکستان میں فضائی آلودگی کے حوالے سے جاری کردہ ایک رپورٹ (Cleaning Pakistan's Air: Policy Options to Address the Cost of Outdoor Air Pollution) کے مطابق پاکستان میں شہروں میں فضائی آلودگی دنیا کی بدترین آلودگی میں شامل ہے۔ فضائی آلودگی کے بھیانک اثرات ہر سال نوجوانوں میں 20,000 سے زائد قبل از وقت اموات اور بچوں میں ہر سال تقریباً 5,000,000 بیماری کے واقعات کے ذمہ دار ہیں۔ پاکستان جنوبی ایشیا میں بڑی شہری آبادی والا ملک ہے جہاں توانائی اور گاڑیوں کے استعمال اور فضائی آلودگی میں اضافہ ہورہا ہے جو نا صرف آبادیوں کی صحت اور ان کے معیار زندگی کو نقصان پہنچاتی ہے بلکہ ماحول کو بھی متاثر کرتی ہے۔ رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ 2007-2011 کے درمیان سلفر ڈائی آکسائیڈ اور سیسہ (لیڈ) کی مقدار عالمی ادارہ صحت (WHO) کے مقررہ معیار سے کہیں زیادہ تھی۔ محکمہ تحفظ ماحولیات پاکستان (Pak-EPA) کے سابق ڈائریکٹر آصف شجاع خان کا کہنا ہے کہ یہ رپورٹ 2014 میں شائع کی گئی تھی جس کے اعداد و شمار میں

ہوسکتا ہے کہ اب تک اضافہ ہوگیا ہو۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 جنوری، صفحہ 2)

آلودگی، صحت و تحفظ

ڈپٹی سیکریٹری ایل ڈی ڈی بی پی عرفان خلیق نے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے بین الصوبائی رابطہ میں کہا ہے کہ ملک میں صحت و صفائی کے معیار سے متعلق بے شمار مسائل پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً خوراک میں حفظان صحت کے اصولوں کی بالکل پرواہ نہیں کی جاتی ہے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے کسی قسم کی کوشش نہیں کی گئی ہے جس سے نا صرف عوام کی صحت پر مضر اثرات مرتب ہورہے ہیں بلکہ ملک زرمبادلہ سے بھی محروم ہورہا ہے جو مقامی گوشت کی برآمد کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے۔ دودھ کی اضافی پیداوار کے لیے مویشیوں کو ہارمونز دیے جاتے ہیں جس سے انسانوں کے لیے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ گزشتہ 70 سالوں سے مال مویشی شعبے میں پالیسی کا فقدان پایا جاتا ہے۔ عرفان خلیق نے مزید کہا کہ قومی اقتصادی سروے کے مطابق ملک میں دودھ کی سالانہ پیداوار 54 بلین لیٹر ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے دراصل دودھ کی پیداوار نو بلین لیٹر کے قریب ہے، باقی دودھ فارملین، یوریا اور درآمدی خشک دودھ وے پاؤڈر (whey powder) سے تیار کیا جاتا ہے جو عوام میں سرطان کا باعث بن رہا ہے۔ امریکہ میں 1906 میں فارملین کا استعمال روک دیا گیا تھا لیکن پاکستان میں یہ اب بھی استعمال کیا جارہا ہے۔ (ڈان، 3 جنوری، صفحہ 4)

پنجاب فوڈ اتھارٹی (PFA) نے صوبے بھر میں جاری کارروائی کے تحت 144 تحصیلوں کے داخلی اور خارجی راستوں پر دودھ کی جانچ کے بعد 40,000 لیٹر ملاوٹ شدہ دودھ ضائع کردیا۔ تفصیلات کے مطابق لاہور میں نو ہزار لیٹر، گجرانوالہ میں 16 ہزار لیٹر، بہاولپور میں 1,820 لیٹر، ملتان 1,700 لیٹر، خانیوال میں 380 لیٹر، ڈیرہ غازی خان میں 1,388 لیٹر، فیصل آباد میں 7,000 لیٹر جبکہ وہاڑی اور بہاولنگر کے اضلاع میں 560 لیٹر دودھ تلف کیا گیا ہے۔ PFA (پی ایف اے) کے ڈائریکٹر جنرل نورالامین مینگل کے مطابق پانچ سالوں کے اندر اندر کھلے دودھ کی فروخت پر مکمل پابندی ہوگی اور دودھ صرف پیک شدہ ہی دستیاب

ہوگا۔ (ڈان، 15 جنوری، صفحہ 2)

پی ایف اے نے بچوں کے لیے خشک دودھ کے حوالے سے قانون (پنجاب فوڈ اتھارٹی انفینٹ فارمولا مارکیٹنگ ریگولیشن 2017) کے نفاذ کے بعد خصوصی مہم کے دوران دودھ کے 60,000 ڈبے ضبط کر لیے ہیں۔ اتھارٹی کے ترجمان کا کہنا ہے کہ دودھ کے ڈبے قوانین کی خلاف ورزی پر ضبط کیے گئے ہیں۔ منڈی میں دودھ کے ڈبے نیدرلینڈ اور فرانس کے لیبل کے ساتھ فروخت کیے جا رہے تھے جبکہ یہ دودھ چین سے درآمد کیا گیا تھا۔ غیر معیاری دودھ کے استعمال کی وجہ سے بچوں کو غذائی کمی کا سامنا ہے جبکہ دودھ بنانے والی کمپنیاں اپنی تشہیری مہم میں گمراہ کن معلومات کا پرچار کر رہی ہیں۔ اتھارٹی کے قوانین کے مطابق ہر کمپنی پابند ہے کہ وہ ڈبے کے 15 فیصد حصے پر ''یہ دودھ ماں کے دودھ کا نعم البدل نہیں ہے'' تحریر کرے۔ (بزنس ریکارڈر، 8 مارچ، صفحہ 17)

X۔ موسمی تبدیلی

اے ڈی بی کی جانب سے جاری کردہ اور بین الاقوامی موسمی ٹیکنالوجی کے ماہر قمرالزماں چوہدری کی مرتب کردہ رپورٹ ''کلائمٹ چینج پروفائل آف پاکستان'' میں ملک پر موسمی تبدیلی کے اثرات کے حوالے سے یہ ہولناک انکشافات کیے گئے ہیں کہ اس صدی کے آخر تک پاکستان کا سالانہ اوسط درجہ حرارت تین سے پانچ ڈگری سینٹی گریڈ تک بڑھ سکتا ہے جس کے نتیجے میں پانی کا سنگین بحران، پن بجلی، گندم اور چاول کی پیداوار میں کمی کا امکان ہے۔ اس کے علاوہ شدید گرمی کی لہروں کی وجہ سے شرح اموات میں بھی اضافہ کا امکان ہے۔ رپورٹ کے مطابق گزشتہ 30 سالوں میں فی سال گرم لہروں کے دورانیے میں پانچ گنا اضافہ ہوا ہے۔ ماہرین کے مطابق موسمی تبدیلی کے تناظر میں یہ امکان ہے کہ برفانی پہاڑوں کے غیر معمولی پگھلاؤ کی وجہ سے دریاؤں کے بہاؤ میں غیر معمولی تبدیلی پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔ رواں صدی کے آخر تک سطح سمندر میں مزید 60 سینٹی میٹر اضافہ متوقع ہے جس سے زیادہ تر زیریں ساحلی علاقے (جنوبی

کراچی تا کیٹی بندر اور دریائے سندھ کا ڈیلٹا) متاثر ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ درجہ حرارت میں اضافے کے نتیجے میں پانی کے بخارات میں تبدیل ہوجانے کی شرح میں اضافے کی وجہ سے نہری پانی کی طلب میں بھی اضافہ ہوسکتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 فروری، صفحہ 2)

وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی ڈاکٹر محمد اجمل خان نے یونیورسٹی میں شجر کاری مہم کا افتتاح کیا ہے۔ افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا عالمی حدت اور بڑھتی ہوئی گرمی کی لہر ماحول کے توازن کے لیے خطرہ ہے۔ طوفان، سیلاب اور خشک سالی جیسی آفات اور عالمی حدت سے جنوبی ایشیائی ممالک کو سنگین خطرات لاحق ہیں۔ درخت ان قدرتی آفات کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہے۔ شجرکاری ہی وہ ذریعہ ہے جس سے دنیا کو عالمی حدت کے خطرات سے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ اس مہم کے دوران 2,500 سے زائد درخت لگائے جائیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 مارچ، صفحہ 5)

سبز معیشت

وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر محکمہ زراعت پنجاب نے فصلوں سے حاصل ہونے والے نباتاتی فضلے کا تخمینہ لگانے اور متبادل ذرائع سے بجلی کی پیداوار کا جائزہ لینے کے لیے ایک ادارہ ''کراپ بائیو ماس سیل'' قائم کیا ہے۔ حکام کے مطابق اس ادارے کے قیام کا مقصد فصلوں سے حاصل ہونے والے فضلے کی جانچ اور کم رقبے پر کاشت کی جانے والی دیگر فصلوں کے اعداد و شمار اکھٹے کرنا ہے۔ ادارہ نباتاتی فضلے سے توانائی پیدا کرنے میں مہارت رکھنے والے ملکی و غیر ملکی اداروں کے ساتھ تحقیق و تعاون پر بھی توجہ مرکوز کرے گا۔ پنجاب سالانہ 50 ملین ٹن زرعی فضلہ پیدا کرتا ہے جس میں سے 6.44 ملین ٹن گنے سے حاصل ہوتا ہے جسے شوگر ملیں بجلی کی پیداوار کے لیے استعمال کررہی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 9 فروری، صفحہ 18)

XI۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

ایک مضمون کے مطابق وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی جانب سے غربت میں کمی کے منصوبوں پر خرچ کی گئی رقم کا تین چوتھائی حصہ دراصل غیر ترقیاتی اخراجات اور تنخواہوں کی ادائیگی پر خرچ کیا گیا ہے۔ غربت کے خاتمے کے حوالے سے 18-2017 کی پہلی سہاہی رپورٹ کے مطابق وفاق اور چاروں صوبائی حکومتوں نے 462.7 بلین روپے خرچ کیے جو گزشتہ سال کے مقابلے 10.4 فیصد زیادہ ہے، جبکہ اس رقم میں سے 354.4 بلین روپے جاری اخراجات یعنی تنخواہوں کی ادائیگی اور دیگر غیر ترقیاتی اخراجات کی مد میں خرچ کیے گئے۔ رپورٹ کے مطابق پانچوں حکومتوں نے 5.2 بلین روپے زرتلافی کی مد میں خرچ کیے جبکہ 24 بلین روپے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) کے تحت ادا کیے گئے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی جانب سے غربت میں کمی کے لیے مجموعی طور پر رقم میں اضافے کے باوجود اس حوالے سے کوئی واضح تبدیلی نہیں آئی ہے۔ ملک میں غربت اور عدم مساوات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے اور بظاہر حکومت خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والوں کی تعداد ظاہر کرنے سے گریزاں ہے۔ (شہباز رعنا، دی ایکسپریس ٹربیون، 5 جنوری، صفحہ 10)

PBS (پی بی ایس) نے قومی اسمبلی کو آگاہ کیا ہے کہ سال 15-2014 میں کیے گئے سروے کے مطابق ملک میں 500,000 سے زیادہ گریجویٹ نوجوان بے روزگار ہیں۔ اسلام آباد کے مختلف کالجوں سے فارغ التحصیل 6,776 نوجوان بے روزگار ہیں جن میں 3,819 مرد اور 2,957 عورتیں ہیں۔ سب سے زیادہ بیروزگار پنجاب میں رہتے ہیں جہاں 310,000 تعلیم یافتہ نوجوان بیروزگار ہیں جن میں 210,000 عورتیں اور 99,874 مرد ہیں۔ پنجاب کے بعد سندھ میں سب سے زیادہ 97,222 تعلیم یافتہ نوجوان بے روزگار ہیں جن میں 53,673 مرد اور 43,549 عورتیں ہیں۔ اسی طرح کے پی کے میں 83,367 سے زیادہ نوجوان بے روزگار ہیں جن میں سے 36,548 مرد اور 46,819 عورتیں ہیں جبکہ بلوچستان میں 11,000 سے زیادہ نوجوان بے روزگار ہیں۔ ملک میں بیروزگار نوجوانوں کے تازہ اعداد و شمار 2017 میں

ہونے والی مردم شماری کے نتائج مرتب ہونے کے بعد دستیاب ہوں گے۔ (ڈان، 18 جنوری، صفحہ 4)

وفاقی حکومت کے جاری کردہ قومی اقتصادی سروے 17-2016 میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ 16-2015 میں ملک میں غربت کم ہوکر 24.3 فیصد پر آ گئی ہے جو 14-2013 میں 29.5 فیصد تھی۔ بحرکیف حکومت نے غربت میں کمی کے صوبائی سطح پر اعداد و شمار کو پیش کرنے کو روک دیا کیونکہ کے پی کے میں غربت میں کمی بڑی سطح پر دیکھی گئی۔ سروے کے مطابق 16-2015 میں 10.8 ملین افراد انتہائی غربت سے باہر آ گئے ہیں۔ وزارت منصوبہ بندی و ترقی کے ذرائع کا کہنا ہے کہ کے پی کے میں غربت میں نمایاں کمی ہوئی ہے جہاں تحریک انصاف کی حکومت ہے۔ کے پی کے میں غربت میں کمی کی شرح 10 فیصد ہے جبکہ قومی سطح پر غربت میں کمی کی شرح 5.2 فیصد ہے۔ کے پی کے میں غربت میں کمی کی بنیادی وجہ وہاں امن و امان کی بحالی ہے جس سے وہاں روزگار کے مواقع بحال ہوئے ہیں۔ وفاقی حکومت اور بین الاقوامی امدادی اداروں نے کے پی کے میں ضرب عضب کے بعد بنیادی ڈھانچے کی بحالی کے لیے اربوں روپے خرچ کیے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 اپریل، صفحہ 3)

- انکم سپورٹ پروگرام

بینظیر انکم سپورٹ پروگرام:

قومی اقتصادی سروے 18-2017 کے مطابق 2008 میں اپنے آغاز سے BISP (بی آئی ایس پی) نے مستحقین میں 15 جنوری، 2018 تک 563.57 بلین روپے تقسیم کیے ہیں۔ پروگرام سے امداد حاصل کرنے والوں کی تعداد جو 09-2008 میں 1.7 ملین تھی دسمبر، 2017 میں 5.63 ملین تک پہنچ چکی ہے۔ اس کے علاوہ سہ ماہی نقد امدادی رقم جو 3,000 روپے فی خاندان تھی بڑھ کر 4,834 روپے فی خاندان ہوگئی ہے۔ بی آئی ایس پی کا بجٹ جو 13-2012 میں 70 بلین روپے تھا ہر سال اضافے کے بعد 17-2016 میں 115 بلین روپے ہوگیا تھا جو اب رواں سال 18-2017 میں 121 بلین روپے ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 اپریل، صفحہ 15)

غذائی کمی

مٹھی، تھرپارکر میں غذائی کمی اور بیماریوں کی وجہ سے مزید پانچ بچے جانبحق ہوگئے ہیں جس کے بعد گزشتہ تین دنوں میں مرنے والے بچوں کی تعداد 17 ہوگئی ہے۔ محکمہ صحت کے ذرائع کے مطابق 2017 میں ضلع کے چھ اسپتالوں میں 512 بچوں کی اموات ہوئیں۔ بیمار بچوں کے والدین کا کہنا ہے کہ سول اسپتال مٹھی سمیت ضلع کے دیگر اسپتالوں میں کوئی سہولیات موجود نہیں ہیں۔ والدین کو دوائیں بازار سے خریدنے پر مجبور کیا جارہا ہے کیونکہ اسپتال کو رقم جاری نہ کیے جانے کی وجہ سے دواؤں کی شدید قلت ہے۔ (ڈان، 4 جنوری، صفحہ 19)

تحریک انصاف کی رکن قومی اسمبلی نفیسہ عنایت اللہ خان خٹک نے ڈرگ ریگولیٹری اتھارٹی آف پاکستان (DRAP) ایکٹ 2010 میں ترمیم کا مسودہ پیش کیا ہے۔ مسودے میں کہا گیا ہے کہ تجارتی طور پر تیار کردہ بچوں کا خشک دودھ (فارمولا ملک) کوڈیکس الیمنٹریس اسٹینڈرڈز (Codex Alimentarius Standards) کے مطابق تیار کیا جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ اس دودھ سے کم سے کم مجموعی غذائیت ضرور حاصل ہوتی ہو۔ یہاں کئی کمپنیوں (برانڈز) کے خشک دودھ دستیاب ہیں جن میں چکنائی اور لحمیات ماں کے دودھ سے کم پائے گئے ہیں۔ کوئی بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ دودھ کا ایک ڈبہ ایک بچے کو ماں کے دودھ جیسی انتہائی مناسب خوراک سے محروم کرتا ہے۔ پاکستان ہر سال 40 ملین ڈالر بچوں کا خشک درآمد کرنے پر خرچ کرتا ہے۔ منڈی میں ایسے 160 مختلف اقسام کے خشک دودھ دستیاب ہیں۔ مجوزہ ترمیم میں سفارش کی گئی ہے کہ بچوں کے خشک دودھ کی فروخت کو محدود کرنا چاہیے اور اس کی دستیابی ڈاکٹری نسخے سے مشروط ہونی چاہیے جس سے بچوں پر خشک دودھ کے نقصاندہ اثرات کم ہوسکتے ہیں۔ (ڈان، 17 جنوری، صفحہ 4)

وفاقی وزارت نیشنل ہیلتھ سروسز، ریگولیشن اینڈ کوآرڈینیشن (NHSRC) نے آغا خان یونیورسٹی اور بچوں کی

بہبود کے عالمی ادارے یونیسف (UNICEF) کے اشتراک سے نیشنل نیوٹریشن سروے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ 2011 کے نیشنل نیوٹریشن سروے کے بعد اس طرح کا یہ دوسرا سروے ہے۔ 2011 کا سروے پاکستان میں عورتوں اور بچوں کی صحت کے حوالے سے واضح منظر کشی کرتا ہے۔ اس سروے میں 44 فیصد بچے اپنی عمر کے حساب سے نشو و نما میں کمی کے شکار پائے گئے تھے جبکہ تقریباً آدھے گھرانے یا تو بھوک کا شکار یا بھوک کے خطرے سے دوچار پائے گئے۔ آغا خان یونیورسٹی کے پروفیسر اقتدار احمد خان کا کہنا ہے کہ 2011 کا سروے ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان ان دس ممالک میں سے ایک ہے جہاں آدھی سے زیادہ آبادی وزن میں کمی یا وزن میں زیادتی دونوں صورتوں میں غذائی کمی سے متاثر ہے۔ وزارت NHSRC (این ایچ ایس آر سی) کے ڈائریکٹر بشیر اچکزئی کے مطابق 2018 کا سروے ملک بھر میں سندھ، پنجاب، کے پی کے، بلوچستان سمیت فاٹا، آزاد جموں وکشمیر اور گلگت بلتستان میں بھی کیا جائے گا۔ اس سروے میں ملک بھر سے 115,500 گھرانوں سے معلومات اکھٹی کی جائیں گی۔ پی بی ایس اور پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسس (PCRWR) اس سروے میں بطور تکنیکی شراکتدار کا کردار ادا کریں گے جو 13 ماہ میں مکمل ہوگا۔ (ڈان، 13 فروری، صفحہ 17)

اقوام متحدہ کی صنفی امتیاز پر جاری کردہ تازہ رپورٹ ''ٹرننگ پرومسس ان ٹو ایکشن: جینڈر ایکویلٹی ان دی 2030 ایجنڈا'' سندھ میں سنگین غذائی کمی ظاہر کرتی ہے جہاں دیہی عورتوں میں غذائی کمی کی صورتحال نائجیریا کی دیہی عورتوں سے بھی بدتر ہے۔ عالمی رہنماؤں کی جانب سے پائیدار ترقیاتی اہداف (ایجنڈا 2030) اپنانے کے دو سال بعد جاری کردہ اس رپورٹ میں تمام 17 ترقیاتی اہداف کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عورتوں ولڑکیوں کی زندگی پر ان اہداف کے اثرات بھی رپورٹ میں پیش کیے گئے ہیں۔ نائجیریا میں 18.9 فیصد دیہی عورتیں وزن میں کمی کا شکار ہیں جبکہ سندھ کے دیہی علاقوں میں 40.6 فیصد عورتیں وزن میں کمی کا شکار ہیں۔ (ڈان، 16 فروری، صفحہ 17)

UNICEF (یونیسیف) کی جاری کردہ رپورٹ ''ایوری چائلڈ الائیو، دی ارجنٹ نیڈ ٹو اینڈ نیو بورن ڈیتھس'' کے مطابق پاکستان میں نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ سال 2016 میں پاکستان میں ہر 1,000 میں سے 46 بچے اپنی پیدائش کے پہلے ماہ ہی موت کا شکار ہوئے۔ رپورٹ کے مطابق 80 فیصد سے زیادہ ان اموات کو اعلیٰ تربیت یافتہ ڈاکٹروں، نرسوں، دوران حمل اور زچگی کے بعد عورتوں کو غذائیت اور صاف پانی کی فراہمی کے ذریعے روکا جاسکتا ہے۔ (ڈان، 21 فروری، صفحہ 1)

وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے پاکستان میں عالمی غذائی پروگرام (WFP) کے ڈائریکٹر ڈیوڈ ایم بیسلے کی قیادت میں ایک وفد سے ملاقات میں کہا ہے کہ ٹھٹھہ اور سجاول میں غذائی کمی کی وجہ سے جسمانی نشو ونما میں ہونے والی کمی سے تحفظ کا منصوبہ ''دی اسٹنٹنگ پریونشن پروگرام'' جاری ہے جس سے دونوں اضلاع میں غذائی کمی کے شکار بچوں کی تعداد میں 19.6 فیصد اور غذائی کمی کی وجہ سے قد میں کمی کے شکار بچوں کی تعداد میں آٹھ فیصد کمی کرنے میں مدد ملی ہے۔ وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ جنوری سے ستمبر، 2016 میں غذائی کمی کے شکار بچوں کی صحت کی بحالی کا تناسب 98.94 فیصد جبکہ حاملہ اور دودھ پلانے والی ماؤں میں صحت کی بحالی کا تناسب 95.19 فیصد تھا۔ سندھ حکومت WFP (ڈبلیو ایف پی) اور دیگر امدادی اداروں کی مدد سے غذائی کمی کے مسائل حل کرنے کے لیے سخت کوششیں کررہی ہے۔ (ڈان، 6 اپریل، صفحہ 19)

سندھ کے ضلع تھرپارکر میں شدید گرمی میں غذائی کمی اور طبی سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی اموات کا سلسلہ جاری ہے۔ غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق صرف سول ہسپتال مٹھی میں اس ماہ کے ابتدائی 16 دنوں میں 27 بچے جانبحق ہوچکے ہیں۔ اس کے علاوہ دور دراز علاقوں میں درجنوں دیگر طبی مراکز میں بھی بچوں کی اموات کی اطلاعات ہیں۔ یونیسیف کی حالیہ رپورٹ کے مطابق پاکستان ان دس ممالک میں پہلے درجے پر ہے جہاں بچوں کی شرح اموات سب سے زیادہ ہے۔ ملک میں ہر 1,000 میں سے 46 نومولود بچے پیدائش کے پہلے مہینے میں ہی مرجاتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 اپریل، صفحہ 12)

XII۔ قدرتی بحران

خشک سالی

وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے تھر میں غربت کے شکار عوام میں مفت گندم تقسیم کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ اس حوالے سے وزیر بلدیات سندھ جام خان شورو کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس نے کئی متاثرہ علاقوں کا دورہ کرکے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ سندھ حکومت نے ان علاقوں میں گزشتہ سال گندم اور مویشیوں کا چارہ تقسیم نہیں کیا تھا۔ رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ متاثرہ علاقوں میں مفت گندم تقسیم کی جائے جہاں خشک سالی کی صورتحال گزشتہ سال جیسی ہی ہے۔ وزیر اعلیٰ نے کمیٹی کی سفارش پر تھر کے 287,000 خاندانوں کو فی خاندان 100 کلوگرام گندم تقسیم کرنے کی منظوری دی ہے۔ گندم کی تقسیم فوری طور پر شروع ہوگی جو اپریل کے آخر تک مکمل ہوگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 مارچ، صفحہ 5)

XIII۔ مزاحمت

نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن (NTUF) اور سندھ ایگری کلچر جنرل ورکرز یونین (SAGWU) کے ارکان نے سندھ انڈسٹریل ریلیشنز ایکٹ (SIRA) نافذ نہ کیے جانے کے خلاف کراچی پریس کلب کے باہر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ چار سالوں سے SIRA (سیرا) صرف کاغذوں تک محدود ہے۔ صوبائی حکومت اور اس کے اداروں نے اس قانون کے نفاذ کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ 18 ویں ترمیم کے نتیجے میں صوبوں کو اختیارات منتقل ہونے کے بعد NTUF (این ٹی یو ایف) اور دیگر مزدور یونینوں کا کسانوں اور ماہی گیروں کو باقاعدہ مزدور کا درجہ دینے کا دیرینہ مطالبہ منظور کرتے ہوئے صوبائی اسمبلی نے سیرا منظور کیا تھا۔ یہ ایک تاریخی قدم تھا جس میں ماہی گیروں اور ہاریوں کی تنظیم سازی، پنشن، فلاحی منصوبے اور سماجی تحفظ کے حقوق تسلیم کیے گئے تھے۔ تاہم مزدور اب تک اس قانون کے فوائد سے محروم ہیں اور آج بھی خطرناک، غیر انسانی ماحول میں کام کررہے ہیں۔ باقائدہ تربیت کے بغیر فصلوں پر زہریلے چھڑکاؤ اور کھاد کے استعمال سے کسان مزدوروں کی زندگی خطرے سے دوچار رہتی

ہے۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ صوبے بھر میں کسان عدالتیں قائم کی جائیں، کام کی جگہ پر مزدوروں کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے۔ (ڈان، 16 فروری، صفحہ 18)

زمین

اجارہ گاؤں، تحصیل تنگی، ضلع چارسدہ میں کسان عورت نے پولیس کی جانب سے گھر اور زمین سے بیدخل کیے جانے کے خلاف خود پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگالی۔ اس کے علاوہ ایک درجن سے زائد مزراعین اور پولیس اہلکار تصادم میں زخمی ہوگئے ہیں۔ضلعی حکام اور مقامی رہائشیوں کے مطابق عورتیں اور بچے اس وقت گھروں سے باہر آگئے جب پولیس اور فرنٹیئر کانسٹبلری (FC) نے مزارعین کو زمین سے بیدخل کرنے کے لیے طاقت استعمال کرنے کی کوشش کی۔ صورتحال کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے انتظامیہ نے مزارعین کو زمین اور مکانات خالی کرنے کے لیے مزید 20 دن کی مہلت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ خالی کرائی جانے والی زمین مقامی جاگیردار کی ملکیت ہے۔ اس کے علاوہ ہوندو گاؤں میں نو مزارعین، جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں، اس وقت زخمی ہوگئے جب جاگیردار کے مسلح کارندوں نے انہیں زمین سے بیدخل کرنے کے لیے ان کے گھروں پر دھاوا بول دیا۔ضلعی انتظامیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ قندھارو، میر احمد گل اور ہوندو گاؤں کی 285 کنال زمین سے مزارعوں کو بیدخل کیا جاچکا ہے۔ اس حوالے سے ڈپٹی کمشنر متازر خان اورضلعی پولیس افسر ظہور آفریدی نے ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ پولیس نے پشاور ہائیکورٹ کے فیصلے کی روشنی میں مزارعوں سے زمین واپس لینے کے لیے کارروائی کی ہے۔ (ڈان، 26 جنوری، صفحہ 7)

کراچی پریس کلب کے باہر گڈاپ، ملیر اور ٹھٹھہ کے دیہات سے تعلق رکھنے والوں نے رہائشی منصوبے کی تعمیر کے لیے جبراً دیہات سے بیدخل کرکے دربدر کیے جانے کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا ہے۔ مقامی لوگوں کے حقوق کے لیے سرگرم ادارہ انڈیجنس رائٹس الائنس کراچی نے ہزاروں ایکٹر پر بننے والے بحریہ

ٹاؤن کے خلاف اس احتجاجی مظاہرے کا اہتمام کیا۔ مقامی آبادیوں کے حقوق کے لیے سرگرم کارکن گل حسن کلمتی کے مطابق ملیر ڈیولپمنٹ اتھارٹی (MDA) اور بورڈ آف ریونیو (BoR) نے بحریہ ٹاؤن کو صرف 9,000 سے 11,000 ایکڑ زمین فراہم کی تھی لیکن بحریہ ٹاؤن انتظامیہ 45,000 ایکڑ سے زیادہ زمین پر ترقیاتی کام کررہی ہے۔ اس کے علاوہ کمپنی نے کئی تاریخی مقامات کو بھی مسمار کردیا ہے۔ (ڈان، 10 فروری، صفحہ 18)

تھرپارکر کے علاقے مٹھی میں بجیر قوم اور ان کی حمایت کرنے والی متعدد سیاسی و قوم پرست جماعتوں کی جانب سے سینکڑوں خاندانوں کو ان کی زمین سے بے دخل کرکے سفاری پارک قائم کرنے کے سندھ حکومت کے منصوبے کے خلاف احتجاجاً آدھے دن ہڑتال کی گئی اور ریلی نکالی گئی۔ حکومت نے بجیر کالونی کی زمین پر ڈیزرٹ سفاری پارک یعنی صحرا سفاری پارک بنانے کا منصوبہ بنایا ہے اور علاقہ مکینوں کو زمین خالی کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ تعلقہ مٹھی کے سابق ناظم اللہ ڈنو بجیر اور دیگر مظاہرین نے بیدخلی کے نوٹس موصول ہونے کے بعد سے یومیہ بنیادوں پر عوامی احتجاج کے باوجود گھروں کو مسمار کرنے کی شدید مزمت کی۔ مظاہرین نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ گھروں کو مسمار کرنے کی کارروائی روکی جائے۔ بصورت دیگر سڑکوں پر ہونے والے احتجاج میں مزید شدت آئے گی۔ (ڈان، 3 اپریل، صفحہ 19)

کراچی کے ساحلی علاقے سے وابستہ ماہی گیر آبادیوں کے مرد، عورتوں اور بچوں نے کراچی پریس کلب کے سامنے جاگیرداروں اور جرائم پیشہ افراد کی جانب سے کیے گئے زمینی قبضے کے خلاف احتجاج کیا۔ ڈلبا محلّہ، ابراہیم حیدری اور ریڑھی گوٹھ کے ماہی گیروں کا کہنا تھا کہ ان کے دیہات کے سامنے کی تقریباً تمام ساحلی زمین پر قبضہ کیا جاچکا ہے۔ قبضے کا یہ سلسلہ 1980 سے جاری ہے۔ گزشتہ کچھ سالوں میں مقامی افراد کی جانب سے قبضے کے خلاف مزاحمت کے نتیجے میں 10 مقامی افراد قتل کیے جاچکے ہیں جن میں دو عورتیں بھی شامل ہیں۔ مظاہرے کی قیادت کرنے والی خاتون خدیجہ کا کہنا تھا کہ حال ہی میں جرائم پیشہ افرد نے داؤد جٹ کی ایما پر ڈالہ محلّہ میں سینکڑوں ایکڑ زمین پر قبضہ کرلیا ہے جو ان کے گاؤں کی ملکیت ہے۔ مارچ کے

وسط میں جب مکینوں نے مزاحمت کی تو جرائم پیشہ افراد نے ان کے بیٹے عثمان قسمانی کو قتل کردیا۔ مظاہرین نے چیف جسٹس سندھ ہائی کورٹ سے اس معاملے پر ازخود نوٹس لینے اور متعلقہ اداروں سے کارروائی کرنے اور انہیں انصاف فراہم کرنے کی اپیل کی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 اپریل، صفحہ 5)

گلگت کے علاقہ چلمس داس کے سینکڑوں رہائشیوں نے زمینی تنازعہ پر دو دن سے جاری احتجاجی دھرنا ختم کردیا ہے۔ دھرنا گلگت بلتستان حکام کی جانب سے لینڈ ریفارمز کمیشن کے ذریعے تنازعہ حل کرنے کی یقین دہانی کے بعد ختم کیا گیا۔ مظاہرین نے دھرنا دے کر گلگت۔ نومل شاہراہ بند کردی تھی۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ 5,500 کنال زمین قریبی وادی نومل کے مکینوں کی ملکیت ہے جس پر حکومت زبردستی قبضہ کررہی ہے اور زرتلافی دیے بغیر زمین سرکاری اداروں کو منتقل کررہی ہے۔ گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی میں حزب اختلاف کے رہنما محمد شفیع خان نے دھرنے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ چلمس داس کی زمین صدیوں سے نومل کے رہائیشیوں کی ملکیت ہے۔ حکومت اور مقامی افراد کے درمیان زمین کا تنازعہ ختم کرنے کے لیے 2004 میں کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔ کمیٹی نے مقامی افراد کی رضامندی سے 1,600 کنال زمین قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی کو دینے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اب اس فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حکومت سرکاری اداروں کو زمین منتقل کررہی ہے۔ (ڈان، 19 اپریل، صفحہ 7)

مالاکنڈ ڈویژن کی کاشتکاران کمیٹی نے وزیر اعلیٰ کے پی کے کی جانب سے زمینی ملکیت کے بل پر دستخط میں تاخیر کے خلاف پشاور میں وزیر اعلیٰ ہاؤس کے سامنے دھرنا دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ کاشتکاران کمیٹی کے مطابق یہ بل صوبائی اسمبلی سے منظور ہوچکا ہے لیکن اب تک وزیر اعلیٰ کی منظوری کا منتظر ہے۔ کمیٹی ارکان کا کہنا ہے کہ مالاکنڈ، ہزارہ اور کوہستان کے پہاڑی علاقوں کی زمین پر ہزاروں کسان دہائیوں سے کاشتکاری کررہے ہیں اور وہ ہی اس زمین کے حقیقی مالک ہیں لیکن محکمہ ریونیو کے ریکارڈ میں یہ زمین محکمہ جنگلات کی ملکیت ظاہر کی گئی ہے۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ وہ پانچ دن پر مشتمل احتجاج کریں گے اور اگر

ان کے مطالبات پورے نہیں ہوئے تو احتجاج کو مزید بڑھایا جاسکتا ہے۔ (ڈان، 23 اپریل، صفحہ 7)

ماہی گیری

ماہی گیروں کے لیے کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم کے زیر انتظام کراچی پریس کلب پر ماہی گیروں نے سندھ میں 600 تازہ پانی کے ذخائر اور جھیلوں پر قبضے کے خلاف بھوک ہڑتال کی ہے۔ صوبہ بھر کے مختلف اضلاع میں بھی چار روزہ بھوک ہڑتال جاری ہے۔ بڑی تعداد میں ہڑتالی مظاہرین نے وزیر ماہی گیری و مال مویشی سندھ محمد علی ملکانی اور جاگیرداروں کے خلاف نعرے لگائے جنہوں نے مبینہ طور پر جھیلوں پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ اس موقع پر غیر سرکای تنظیم کے رہنما محمد علی شاہ کا کہنا تھا کہ ''سندھ اسمبلی نے 2011 میں اس حوالے سے ایک قانون منظور کیا تھا جس میں صوبہ بھر میں جھیلوں اور تازہ پانی کے ذخائر پر قبضہ غیر قانونی قرار دیا گیا تھا اور ان ذخائر پر ٹھیکیداری نظام ختم کردیا تھا لیکن بدقسمتی سے بجائے اس کے کہ وزیر ماہی گیری و مال مویشی سندھ اس قانون پر عمل درآمد کرائیں وہ خود ٹھٹھہ میں تاریخی جھیل پر قبضہ کرکے ماہی گیروں کا حق چھین رہے ہیں''۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 23 جنوری، صفحہ 5)

ماہی گیروں کے حقوق کے لیے سرگرم ایک غیر سرکاری تنظیم نے اعلان کیا ہے کہ وہ سندھ ہائیکورٹ کے احکامات کے مطابق صوبے میں جھیلوں اور آبی ذخائر پر قبضہ ختم کرانے میں ناکامی کے خلاف وزیراعلیٰ ہاؤس کے سامنے دھرنا دیگی۔ تنظیم کے صدر محمد علی شاہ نے یہ اعلان عمرکوٹ میں دھورو نارو ٹاؤن کے قریب کلنکار جھیل کے کنارے جاری علامتی بھوک ہڑتال کے دوران کیا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ تازہ پانی کی جھیلوں کو تباہ کیا جارہا ہے اور عدالتی حکم کے باجود اب تک 600 سے زائد جھیلوں اور آبی وسائل پر سے قبضہ ختم نہیں کروایا جاسکا ہے۔ صرف کلنکار جھیل، عمرکوٹ سے ہی تقریباً 200 سے زائد خاندان جھیل میں مچھلی کا شکار اور پانی کا بہاؤ کم ہونے کی وجہ سے دیگر علاقوں کی طرف نقل مکانی کرچکے ہیں۔ (ڈان، 6 فروری، صفحہ 17)

پیداوار

پاکستان تحریک انصاف سندھ کے نائب صدر حلیم عادل شیخ نے شوگر مل مالکان کی جانب سے گنے کی سرکاری مقررہ قیمت مسترد کیے جانے کے خلاف ہوسٹری بائی پاس، حیدرآباد تا وزیر اعلیٰ ہاؤس کراچی ریلی نکالنے کا اعلان کیا ہے۔ حلیم عادل شیخ کا کہنا تھا کہ گزشتہ ایک دہائی سے سندھ پر پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ہے جس نے تمام ادارے تباہ کردیے ہیں۔ کسانوں کے مسائل حل کرنے کے بجائے بلاول ہاؤس کے سامنے احتجاج کرنے والے کسانوں پر لاٹھیاں برسائی گئی ہیں۔ سندھ ترقی پسند پارٹی نے بھی کسانوں کی حمایت میں سات جنوری کو ٹنڈو محمد خان، حیدرآباد شاہرا پر دھرنے کا اعلان کیا ہے۔ (ڈان، 3 جنوری، صفحہ 19)

سندھ کی مختلف کسان تنظیموں کے رہنماؤں نے ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں کسانوں کے مفادات کے تحفظ میں ناکامی پر شوگر کین کنٹرول بورڈ کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ رہنماؤں نے سندھ حکومت کی جانب سے سندھ ہائیکورٹ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گنے کی قیمت دوبارہ مقرر کرنے کے منصوبے کو مسترد کردیا ہے۔ رہنماؤں نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت چھوٹے کسانوں کی تنظیموں کے ساتھ ایک نیا بورڈ تشکیل دے تاکہ بورڈ کسانوں کے حقیقی مسائل کو حل کرسکے۔ سارک کے صدر پالھ ایڈوکیٹ کا کہنا تھا کہ ناانصافی کے خلاف احتجاج کرنے والے کسانوں کو ضلعی انتظامیہ کی جانب سے تشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے اور انہیں جھوٹے مقدمات میں پھنسایا جارہا ہے۔ رہنماؤں نے مطالبہ کیا کہ کسانوں پر جھوٹے مقدمات ختم کیے جائیں اور ملوں کی جانب سے قیمت میں کٹوتی بند کی جائے۔ (ڈان، 19 جنوری، صفحہ 19)

رحیم یار خان اور بہاولپور اضلاع کی شوگر ملوں کی جانب سے گنے کی خریداری میں ناکامی کے خلاف بہاولپور میں قومی شاہراہ پر کسانوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے حکومت مخالف نعرے لگائے اور ملوں کی جانب سے گنا نہ خریدنے کی صورت میں فصل کو آگ لگانے کی دھمکی دی ہے۔ مظاہرین کا کہنا

تھا کہ مل مالکان بشمول تحریک انصاف کے جہانگیر ترین نے عدالت میں ضمانت دی تھی کہ وہ ملوں کے اطراف کاشت کی گئی تمام گنے کی فصل خریدیں گے لیکن گنے کی خریداری کا مسئلہ حل کرنے کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے۔ (ڈان، 19 جنوری، صفحہ 2)

دودھ کے خوردہ، تھوک فروشوں اور ڈیری فارمرز نے مشترکہ طور پر کراچی پریس کلب کے باہر دودھ کی قیمت میں 30 روپے فی لیٹر اضافے کے لیے دھرنا دیا۔ مظاہرین نے دعویٰ کیا ہے کہ انہیں دودھ کی موجودہ قیمت 85 روپے فی لیٹر کی وجہ سے نقصانات کا سامنا ہے۔ سپریم کورٹ نے گائے اور بھینسوں کو ہارمون کے ٹیکے لگانے سے روک دیا ہے جس کے نتیجے میں دودھ کی پیداوار کم ہوگئی ہے۔ آل کراچی فریش ملک ہولسیلرز ویلفیئر ایسوسی ایشن کے صدر حاجی جمیل کا کہنا تھا کہ ہارمون کے ٹیکوں پر پابندی کے بعد دودھ کی پیداواری لاگت میں اضافہ ہوگیا ہے اور ڈیری مالکان موجودہ قیمت پر دودھ فراہم نہیں کرسکتے۔ بلدیہ عظمی کراچی (KMC) حکام کے مطابق کراچی میں یومیہ 7.5 ملین لیٹر دودھ کی کھپت ہے۔
(بزنس ریکارڈر، 25 جنوری، صفحہ 5)

ایگری کلچر جرنلسٹس ایسوسی ایشن (AJA) کی طرف سے بجٹ کے حوالے سے منعقد کیے گئے سیمینار میں کسان تنظیموں نے وفاقی بجٹ کے اعلان کے موقع پر پارلیمنٹ کے سامنے دھرنا دینے کا عندیہ دیا ہے اور ساتھ ساتھ گنا، چاول، آلو اور کپاس کی کم قیمتوں کی وجہ سے کسانوں کو ہونے والے نقصانات کے ازالے کا مطالبہ کیا ہے۔ کسانوں نے تمام اہم فصلوں کی کم سے کم امدادی قیمت مقرر کرنے کا بھی مطالبہ کیا ہے جس طرح پڑوسی ملک میں کی جاتی ہے۔ کسان نمائندوں کا کہنا تھا کہ کپاس اور خشک دودھ کی درآمد کو بھاری محصولات عائد کرکے محدود کیا جائے اور پانی کی کمی دور کرنے کے لیے جنگی بنیادوں پر آبی ذخائر کی تعمیر کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 اپریل، صفحہ 20)

ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

- زمینی اصلاحات

زمبابوے نے اعلان کیا ہے کہ سفید فام کسان متنازعہ زمینی اصلاحات کے بعد بھی زراعت جاری رکھ سکیں گے اور پانچ سال کے بجائے 99 سال کے لیے زمین پٹے پر حاصل کرسکیں گے۔ زمبابوے میں ہزاروں سفید فام کسانوں سے زمین واپس لے کر انہیں بیدخل کردیا گیا تھا۔ سابق صدر موگابے کی حکومت کا کہنا تھا کہ زمینی اصلاحات سے برطانوی نوآبادی کے زیر تسلط رہنے والے مقامی کسانوں کو مدد ملے گی۔ تنقید نگار سال 2000 میں شروع ہونے والے زمینی اصلاحات کو ملک میں زرعی پیداوار کم ہو جانے کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں جس کی وجہ سے زمبابوے خوراک کا درآمدی ملک بن گیا ہے۔ موگابے کے بعد آنے والے نئے صدر (Mnangagwa) نے زمین سے بیدخل کیے جانے والے گورے کسانوں کی تلافی کرنے کا عندیہ دیا ہے لیکن سفید فام کسانوں کو زمین واپس نہیں دی جائے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 1 فروری، صفحہ 9)

II۔ زرعی مداخل

صنعتی طریقہ زراعت

بیج

ایک خبر کے مطابق بین الاقوامی بیج کمپنی مونسانٹو ایک نئی امریکی کمپنی پیئر وائیز پلانٹس (Pairwise Plants) میں سرمایہ کاری کرے گی جس کے تحت جینیاتی ملاپ (جینٹک موڈیفکیشن) کے بجائے جینیاتی ردوبدل (جین ایڈیٹنگ) کی تکنیک استعمال کرکے فصلیں تیار کی جائیں گی۔ جین ایڈیٹنگ کے عمل کے ذریعے غیر جینیاتی اشیاء تیار کی جاسکتی ہیں جس میں کسی اور نسل کا جین شامل نہ کیا گیا ہو، جبکہ جینیاتی

فصلوں میں کسی اور زندہ شئے کا جین شامل کیا جاتا ہے۔ جین ایڈیٹنگ کے ذریعے سائنسدان بہتر طریقے سے اور بہت تیزی کے ساتھ جین میں ردوبدل کرسکیں گے۔ مونسانٹو اگلے پانچ سالوں میں پیئر وائز کمپنی میں اس ٹیکنالوجی میں تحقیق کے لیے 100 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کرے گی۔ جن فصلوں پر تحقیق کی جائے گی ان میں گندم، کپاس، کنولہ، مکئی اور سویابین شامل ہیں۔ (بزنس رکارڈر، 25 مارچ، صفحہ 5)

بھارت میں کپاس پیدا کرنے والی سب سے بڑی ریاست آندھرا پردیش نے دو مقامی بیج کمپنیوں کو خبردار کیا ہے کہ نے جو کپاس کے بیج کسانوں کو فروخت کیے ہیں ان میں مونسانٹو کے غیر منظور شدہ بیج کے جین شامل ہوسکتے ہیں۔ مونسانٹو نے گزشتہ سال کہا تھا کہ آندھرا پردیش میں کمپنی کی اپنے طور پر کی گئی تحقیق کے مطابق مقامی بیج کمپنیوں نے منافع کے حصول کے لیے اپنے بیج میں کمپنی کی نباتات کش ادویات کے خلاف مزاحمت رکھنے والی ٹیکنالوجی استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ بھارتی ریاست آندھرا پردیش نے پچھلے سال کپاس کے 15 فیصد علاقے میں مونسانٹو کے غیر منظور شدہ بیج کے استعمال کرنے کے حوالے سے تحقیقات کی تھی۔ کسانوں کے مطابق یہ بیج کاویری سیڈ کمپنی لمیٹڈ اور نزویدو سیڈ لمیٹڈ کے ہیں جس کے بعد ریاست کے کمشنر نے دونوں کمپنیوں کو نوٹس جاری کردیا ہے۔ تاہم دونوں کمپنیوں نے ان الزامات کی تردید کی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 18 فروری، صفحہ 15)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

نقد آور فصلیں

- سویابین

امریکی محکمہ زراعت (USDA) کے مطابق اس سال بہار کے موسم میں امریکہ میں سویابین اور مکئی برابر رقبے پر کاشت کی جائے گی۔ عالمی منڈی خصوصاً چین میں سویابین کی مانگ میں اضافہ امریکی کسانوں میں اس فصل کی مقبولیت کا باعث ہے۔ امریکہ مکئی کی پیداوار اور برآمد کرنے والا دنیا کا سب سے بڑا

ملک ہے۔ جبکہ دنیا میں سویابین کی پیداوار میں برازیل کے بعد دوسرا بڑا ملک ہے۔ USDA (یو ایس ڈی اے) نے سال 2018 میں 90 ملین ایکڑ رقبے پر سویابین کی کاشت کا اندازہ پیش کیا ہے جبکہ مکئی کی پیداوار بھی 90 ملین ایکڑ رقبے پر متوقع ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 فروری، صفحہ 15)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

ایک مضمون کے مطابق دنیا میں لاکھوں افراد کے لیے گدھے خوراک، پانی،لکڑی کی ترسیل اور انسانی آمد و رفت کے لیے انتہائی اہم ذریعہ ہیں،لیکن چین میں ان کا ایک اور مصرف ہے اور وہ ہے ایجیاؤ (ejiao) کی پیداوار جو ایک روایتی دوا ہے۔ یہ دوا گدھے کی کھال سے حاصل ہونے والے مواد (جلیٹن) سے تیار کی جاتی ہے۔ اس دوا کی طلب میں اضافے سے چین میں گدھوں کی تعداد 11 ملین سے کم ہوکر چھ ملین رہ گئی ہے۔ کچھ اندازوں کے مطابق یہ تعداد ممکنہ طور پر صرف تین ملین رہ گئی ہے۔ اس صورتحال میں چینی کمپنیوں نے ترقی پزیر ممالک سے گدھے کی کھالیں خریدنی شروع کردیں ہیں۔گزشتہ سال برطانیہ کی ایک غیر سرکاری تنظیم ''ڈونکی سینکچری'' (Donkey Sanctuary) کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق دنیا میں گدھوں کی 44 ملین آبادی میں سے تقریباً 1.8 ملین گدھے ہر سال ایجیاؤ کی تیاری کے لیے ذبح کیے جاتے ہیں۔ چین کی بیجنگ فوریسٹری یونیورسٹی نے خبردار کیا ہے کہ ایجیاؤ کی طلب کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ دنیا میں گدھے پنگولین کی طرح نایاب ہو جائیں۔ چین نے ساری دنیا سے بھاری قیمت پر گدھے کی کھالیں درآمد کرنے کا انتظام کیا ہے جس سے ممکنہ طور پر دنیا میں گدھوں کا بحران پیدا ہوسکتا ہے۔ (ریچل نور Rechel Nuwer، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 3 جنوری، صفحہ 14)

7۔ تجارت

برآمدات

- سورغم

چین نے اعلان کیا ہے کہ وہ امریکہ سے سورغم کی درآمد پر اضافی محصول عائد کررہا ہے۔ چین کی وزارت تجارت نے ایک بیان میں کہا ہے کہ امریکی سورغم کی درآمد سے مقامی سورغم کی منڈی متاثر ہورہی ہے۔ چینی وزارت تجارت نے سورغم کے درآمد کنندگان کو حکم دیا ہے کہ وہ سورغم کی قیمت کے حساب سے 178.6 فیصد محصول جمع کرائیں۔ گزشتہ سال امریکہ نے 4.8 ملین ٹن سورغم چین برآمد کیا تھا۔ سورغم پر چین کی جانب سے محصول عائد کرنے سے امریکی ریاست کینس، ٹیکسیس، کولوراڈو اور اوکلوہامہ کے کسان متاثر ہوں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 18 اپریل، صفحہ 9)

- چینی

بھارت نے چینی کے برآمدی قوانین میں نرمی کرتے ہوئے ملوں کو رواں موسم کے آخر تک چینی برآمد کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ بھارت دنیا میں سب سے زیادہ چینی استعمال کرنے والا ملک ہے جو اس وقت ملک میں موجود چینی کے اضافی ذخائر ختم کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ بھارت میں سال 2017-18 میں 29.5 ملین ٹن چینی کی پیداوار متوقع ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 31 مارچ، صفحہ 40)

درآمدات

- سویابین

چین کی امریکہ سے سویابین کی درآمد جنوری کے مہینے میں گزشتہ سال کے مقابلے 14 فیصد کم ہوگئی ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق چین نے امریکہ سے 5.82 ملین ٹن سویابین جنوری میں درآمد کیا۔ چین دنیا میں سویابین استعمال کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے اور امریکی سویابین کی درآمد میں کمی کی وجہ امریکی

سویابین میں کم ہوتی ہوئی لحمیات (پروٹین) کی سطح ہے جس سے برازیل کو موقع ملا کہ وہ اپنی زیادہ لحمیات والی سویابین کو متبادل کے طور پر پیش کرے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 فروری، صفحہ 15)

بھارتی تجارتی ذرائع کا کہنا ہے کہ بھارت میں اس سال سویابین کی درآمد انتہائی بلند سطح پر پہنچ گئی ہے۔ گزشتہ سال سویابین کی پیداوار میں ہونے والی کمی کی وجہ سے سویابین کی مزید درآمد متوقع ہے۔ گزشتہ سال بھی سویابین درآمد کیا گیا تھا لیکن اس کی مقدار انتہائی معمولی تھی۔ بھارت میں سال 2017 کے آخر تک 8.3 سے 8.5 ملین ٹن سویابین کی پیداوار ہوئی جو گزشتہ سال (2016) کے مقابلے 1.1 ملین ٹن کم تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 15 مارچ، صفحہ 18)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

بیج کمپنیاں

- مونسانٹو

یورپی یونین کی کمپٹیشن کمشنر مارگریٹ ورسٹاگر نے کہا ہے کہ بائیر کمپنی کو یہ یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ اس کے مونسانٹو سے انضمام کے بعد بھی جدید زراعت (ڈیجیٹل فارمنگ) میں مسابقت کا خاتمہ نہیں ہوگا۔ یورپی یونین کا کردار کمپنیوں کا انضمام روکنا نہیں ہے لیکن یہ کردار ضرور ہے کہ یہ یقینی بنایا جائے کہ کمپنیاں ایسے طریقہ کار پر چلیں کہ مسابقت جاری رہے۔ یورپی یونین کا ہدف ہے کہ یہ یقینی بنایا جائے کہ کمپنیوں کے انضمام کے بعد بھی کسانوں کے پاس بیج، زرعی زہر وغیرہ کے انتخاب کے مواقع ہوں۔ (ڈان، 11 فروری، صفحہ 12)

VII۔ بیرونی امداد

مندرجہ بالا شعبے میں ان چار ماہ میں کوئی خبر دستیاب نہیں۔

VIII۔ پالیسی

مندرجہ بالا شعبے میں ان چار ماہ میں کوئی خبر دستیاب نہیں۔

IX۔ ماحول

پانی

- آلودگی

ایک مضمون کے مطابق پلاسٹک کی آلودگی کے خلاف موروکو (Morocco) اور دنیا کے دیگر ممالک نے پلاسٹک کے تھیلوں پر پابندی عائد کرکے اس مسئلے کا حل بننا منتخب کیا ہے بجائے اس کے کہ وہ مسئلے کی وجہ بنیں۔ چند ہی لوگ یہ شعور رکھتے ہیں کہ ایک بار استعمال کیے گئے پلاسٹک کے تھیلے کو تلف ہونے میں 1,000 سال لگتے ہیں۔ انسانوں نے اب تک دنیا میں 8.3 بلین ٹن پلاسٹک پیدا کیا ہے اور پلاسٹک کی تیاری کا یہ عمل پریشان کن حد تک تیزی سے جاری ہے۔سمندروں میں ڈالا جانے والا پلاسٹک اس حد تک بڑھتا جارہا ہے کہ اس سے حقیقتاً بحر اوقیانوس میں تین جزیرے بن سکتے ہیں۔ (رافعہ ذکریا، ڈان، 4 اپریل، صفحہ 8)

X۔ موسمی تبدیلی

موسمی بحران

بنگلہ دیش میں درجہ حرارت 70 سال کی کم ترین سطح پر آ گیا ہے۔ سردی کی لہر میں اضافے کے بعد حکومت کی جانب سے غریبوں میں 70,000 کمبل تقسیم کیے گئے ہیں۔ بعض علاقوں میں درجہ حرارت 2.6 ڈگری سینٹی گریڈ تک کم ہوگیا ہے۔محکمہ موسمیات کے سربراہ شمس الدین احمد کے مطابق 1948 سے اب تک کا یہ سب سے کم درجہ حرارت ہے جبکہ 1968 میں کم ترین درجہ حرارت 2.8 ڈگری سینٹی گریڈ ریکارڈ کیا گیا تھا۔ سب سے کم درجہ حرارت ڈھاکہ سے 400 کلومیٹر دور سرحدی قصبہ ٹیٹولیا میں ریکارڈ کیا گیا۔ حکام کے

مطابق سردی کی وجہ سے نو افراد کے ہلاک ہونے کی اطلاع ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 جنوری، صفحہ 6)

- گرمی کی لہر

نیچر جیو سائنسی جریدے میں شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق اگر عمارتوں پر سفید رنگ کردیا جائے اور کھیتوں کو کٹائی کے بعد ہل چلائے بغیر ہی چھوڑ دیا جائے تو اس علاقے میں جہاں یہ اقدامات کیے گئے ہیں گرمی کی شدت میں تین ڈگری سیلسیس تک کمی ہوسکتی ہے۔ تاہم اس طرح کے اقدامات سے موسمی تبدیلی کے نتیجے میں بڑھنے والے عالمی درجہ حرارت میں کمی نہیں ہوگی، لیکن اس طرح کے معمولی اقدامات مقامی سطح پر گرم دنوں میں راحت دے سکتے ہیں۔ ان طریقوں کے استعمال سے گرم ممالک میں شہروں میں گرمی سے ہونے والی ہلاکتیں کم ہوسکتی ہیں۔ نیو ساؤتھ ویلز یونیورسٹی، آسٹریلیا کی محقق اینڈی پٹ مین کا کہنا ہے کہ اطالوی اور یونانی ہزاروں سال پہلے سے اپنے گھروں کی چھتوں پر سفید رنگ کرتے آرہے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 5 فروری، صفحہ 11)

XI۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

آکسفیم کے مطابق گزشتہ سال دنیا کی آبادی کے ایک فیصد امیر افراد کی دولت میں 82 فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ دنیا کی نصف آبادی پر مشتمل غریب طبقے کے حالات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق عام مزدور کے مقابلہ میں ارب پتی افراد کی دولت میں اضافہ چھ گنا تیزی سے ہوا ہے۔ آکسفیم نے مزدور عورتوں کی حالت زار کو بھی اجاگر کیا ہے جو مسلسل مردوں کے مقابلے میں کم اجرت پر کام کررہی ہیں۔ دنیا کے پانچ بڑے فیشن برانڈ کے چیف ایگزیکٹو صرف چار دن میں اتنا پیسا کماتے ہیں جتنا بنگلہ دیش کی کپڑے کی فیکٹری کے مزدور اپنی ساری زندگی میں کماتے ہیں۔ وہ لوگ جو ہمارے کپڑے تیار کرتے ہیں، فون بناتے ہیں اور ہمارے لیے خوراک اگاتے ہیں ان کا سستی اشیاء تیار کرنے کے لیے

استحصال جاری ہے۔ (ڈان، 23 جنوری، صفحہ 16)

XII۔ قدرتی بحران

امریکی حکومت کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق قدرتی آفات کے حوالے سے گزرا ہوا سال امریکی تاریخ کا مہنگا ترین سال تھا۔ جنگلوں میں مسلسل آگ لگنے کے واقعات اور سمندری طوفانوں کے نتیجے میں امریکہ کو 306 بلین ڈالر کا نقصان ہوا۔ اس سے پہلے امریکہ کے لیے مہنگا ترین سال 2005 تھا جس میں ان آفات سے 215 بلین ڈالر کا نقصان ہوا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 9 جنوری، صفحہ 9)

برفباری

فرانس میں شدید برفباری سے پہاڑی علاقوں کی طرف جانے والے 4,000 مسافر پھنس گئے ہیں جبکہ ایک فرد برفانی تودے تلے دب کر ہلاک ہوگیا ہے۔ شدید برفباری سے راستے بند ہونے کی وجہ سے 3,500 گاڑیوں کے مسافروں کو رات ہنگامی پناہ گاہوں میں گزارنی پڑی۔ اس کے علاوہ چیمبری (Chambery) شہر میں چھٹیاں منانے کے لیے ہوائی جہاز کے ذریعے آنے والے 500 مسافروں کو بھی شدید برفباری کی وجہ سے رات پناہ گاہ میں گزارنی پڑی۔ (ڈان، 1 جنوری، صفحہ 13)

امریکہ کے مشرقی ساحل پر آنے والے طوفان کے نتیجے میں شدید بارشوں، آندھی اور برفباری سے پانچ افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ طوفان کی وجہ سے تین ہزار سے زیادہ ملکی اور غیر ملکی پروازیں منسوخ ہوگئی ہیں جبکہ واشنگٹن میں وفاقی حکومت کا دفتر بھی شدید موسم کے باعث بند کرنا پڑا۔ (بزنس ریکارڈر، 4 مارچ، صفحہ 7)

زلزلہ

پیرو کے جنوبی علاقے میں 7.3 میگنی ٹیوڈ کا زلزلہ محسوس کیا گیا ہے۔ زلزلے سے دو افراد ہلاک جبکہ 65

زخمی ہوگئے ہیں۔ مقامی عہدیداروں کے مطابق ساحلی علاقہ زلزلے سے سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے جہاں کچے مکانات گرگئے ہیں۔ (ڈان، 15 جنوری، صفحہ 12)

انڈونیشیا کے جزیرہ جاوا میں چاول کے کھیتوں میں مٹی کا تودہ گرنے سے کھیت میں کام کرنے والے پانچ کسان جانبحق اور 18 لاپتہ ہوگئے ہیں۔ سرکاری حکام کا کہنا ہے کہ 14 زخمیوں کو ہسپتال لایا گیا ہے۔ حادثے سے بچ جانے والے افراد کا کہنا ہے کہ اچانک گرنے والا پہاڑی تودہ رستے میں آنے والے درخت اور کھیتوں کو روندتا ہوا نیچے کی طرف چاول کی کھیتوں تک بڑھتا جارہا تھا۔ (ڈان، 23 فروری، صفحہ 14)

XIII۔ مزاحمت

ہزاروں کسانوں نے سوکلومیٹر سے بھی زائد پیدل سفر کرکے بھارتی شہر ممبئی میں فصلوں کی مناسب قیمت کے حصول اور زمینی حقوق کے لیے احتجاج کیا ہے۔ کسان 165 کلومیٹر دور ناسک سے ہاتھوں میں لال جھنڈے اٹھائے چھ دن پیدل سفر کرکے ممبئی پہنچے تھے۔ حکام کے مطابق مظاہرین کی تعداد بشمول بزرگ عورتیں اور بچے 30,000 سے زیادہ ہے جو اپنے مطالبات کے لیے ممبئی کے جنوب میں واقع آزاد میدان میں جمع ہوئے تھے۔ کسانوں کا مطالبہ ہے کہ ریاست مہاراشٹرا کی جنگلات کی زمین قبائلی کسانوں کو منتقل کی جائے جو اس پر سالوں سے کاشت کررہے ہیں۔ کسانوں کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ حکومت تمام زرعی قرضے معاف کرے۔ بھارت میں تقریبا 260 ملین کسان اور کسان مزدور ہیں اور ملک کی تقریباً آدھی آبادی دیہات میں رہتی ہے لیکن بھارت کی مجموعی قومی پیداوار میں زراعت کا حصہ 17 فیصد ہے۔ مہاراشٹرا بھارت کی اہم زرعی ریاست ہے جہاں حالیہ سالوں میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے فصلیں متاثر ہوئی ہیں۔ سال 2017 میں اس ریاست میں 2,500 کسانوں نے خودکشی کی تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 13 مارچ، صفحہ 9)

روٹس فار ایکوٹی کا تعارف

روٹس فار ایکوٹی ناانصافیوں کی شکار پسماندہ دیہی اور شہری آبادیوں کے ساتھ کام کرتی ہے جن میں چھوٹے اور بے زمین کسان، عورتیں اور مذہبی اقلیتیں شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کی معاشی و سماجی ترقی حقیقی جمہوریت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ تبدیلی آبادیوں کے متحرک ہوئے بغیر ناممکن ہے۔ یقیناً سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے انصاف حاصل کرسکتی ہیں۔ روٹس فار ایکوٹی اس اصول پر سختی سے قائم ہے کہ وہ آبادیوں کے ساتھ مل کر سماجی، سیاسی، معاشی و ماحولیاتی انصاف کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے گی۔

ہمارا عزم

آبادیوں کو سماجی، سیاسی و معاشی اور ماحولیاتی انصاف کے حصول کے لیے مستحکم کرنا۔

ہماری منزل

ایک حقیقی جمہوری معاشرہ جو عوام کے استحصال، جبر اور ناانصافیوں سے مبرا ہو۔

حال احوال

روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity)
نے میزریور کے تعاون سے شائع کیا ہے۔

اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی
فون: 0092 21 34813320 فیکس: 0092 21 34813321
بلاگ: http://rootsforequity.noblogs.org